یا اللہ مدد — حیات النبی ﷺ زندہ باد — شان رسالت ﷺ زندہ باد — اصل کلمۃ الاسلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — شان صحابہؓ زندہ باد — مقام امام اعظم ابو حنیفہؒ زندہ باد — حق چار یارؓ

اکابرین دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ
کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر

بفیضان
مظہر شریعت و طریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

بیاد
محدثِ عرب و عجم آبروئے دیوبند امام اہل السنۃ والجماعۃ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ — خلیفہ مجاز امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی

مفسر قرآن ولی کامل حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ	فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ
شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ	فخر اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ
حکیم العصر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ	امین ملت مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ
پاسبان مسلکِ احناف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف نور اللہ مرقدہ	ترجمان مسلکِ دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ
وکیل صحابہؓ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ	جانشین شہید اسلام محقق العصر حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ

بدعا: وکیل صحابہؓ حضرت مولانا عبد الستار تونسوی نور اللہ مرقدہ — حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

سرپرست
پیر طریقت شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو صاحب مدظلہ

نگران
وکیل احناف مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب مدظلہ

مدیر اعلیٰ	مدیر مسئول	مدیر
مولانا جمیل الرحمٰن عباسی	مولانا احسن خدامی	حمزہ احسانی
0301-7790908	0320 4902150	0307-5687800

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82، محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

ترتیب

جامعہ مظہریہ حسینیہ جنہان سومرو (سندھ) کا سالانہ جلسہ

شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ کے تلمیذ وخلیفہ مجاز، بانی تحریک خدام اہل السنۃ والجماعۃ، قائد اہل سنت، وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کی روحانی نسبتوں کے امین اور جانشین شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم کے قائم کردہ ادارہ ''جامعہ مظہریہ حسینیہ'' کی سالانہ تقریب بسلسلہ تکمیل صحیح بخاری شریف ودستار بندی مورخہ ۲۴؍مئی بروز ہفتہ بعد مغرب تا رات گئے منعقد ہوئی۔ تقریب سعید میں ہمارے ماموں محترم امیر تحریک حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہم سمیت ملک بھر کے چاروں صوبوں سے کارکنان خدام اور سنی عوام نے شرکت کی۔ چارسدہ، صوابی، چکوال، تلہ گنگ، لاہور، ملتان، کوئٹہ، کراچی اور سندھ بھر کے احباب اجتماعی اور انفرادی صورت میں پہنچے۔ بہت سے احباب ۲۳؍مئی بروز جمعۃ المبارک کو لاہور اور فیصل آباد سے ''قراقرم ایکسپریس'' کے ذریعے روانہ ہو کر ہفتہ کے روز دن ۱۱:۳۰؍ جنہان پہنچے۔

امیر تحریک مدظلہم اور مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہم کی معیت میں بہت سے احباب ایک روز قبل کراچی پہنچ کر قیام پذیر ہوئے اور ہفتہ کے روز کراچی سے روانہ ہو کر بعد ظہر تقریباً تین بجے ''شاہ کریم'' پہنچے۔ جہاں مرشد خدام حضرت شیخ سومرو مدظلہم تقریباً اڑھائی سو کارکنان سمیت امیر تحریک کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ ۶۰، ۶۵؍ موٹر سائیکلوں اور ۱۳، ۱۴؍ گاڑیوں پر سوار کارکنان خدام ''سنی پرچم'' لہراتے ہوئے ''جنہان'' سے سات آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ''شاہ کریم'' کے قریب اڑھائی بجے پہنچ چکے تھے۔ ترتیب سے موٹر سائیکل اور ان کے بعد گاڑیاں کھڑی کی گئیں۔ سڑک دونوں جانب قطاروں میں کارکنان کھڑے ہو گئے۔ امیر تحریک کی آمد پر نعروں اور پھولوں کی پتیوں سے والہانہ استقبال کیا گیا۔ ۳:۱۵؍ جلوس کی شکل میں قافلہ جنہان کی جانب رواں دواں ہو کر ۴:۰۵؍ جنہان پہنچا۔ مہمان آرام کے لیے لیٹ گئے اور میزبان جلسہ کے انتظامات کو حتمی شکل دینے میں مصروف ہو گئے۔

تقریب کی چند نمایاں خصوصیات:

......ہمارے خالو مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی مدظلہم تقریب سے ہفتہ قبل جنہان پہنچ گئے اور تمام انتظامی امور میں بہت شائستگی اور عمدگی کے ساتھ شریک ومعاون رہے۔

......تقریب میں موبائل یا کسی بھی ذریعہ سے تصویر اور ویڈیو بنانے سے سختی سے منع کیا گیا۔ الحمد للہ

......مجمع بہت خوب اور بھرپور تھا۔ اور یہ کہ تقریباً تمام حاضرین مجلس اختتامی دعا تک جم کر بیٹھے رہے۔

......شرکاء کی کثرت کے باعث پنڈال، مدرسہ کی گیلریاں، دو اطراف کی چھتیں، باہر کی سڑک اور اسٹالوں پر لوگ ہی لوگ نظر آئے۔

......گاڑیوں، موٹر سائیکلوں وغیرہ کی پارکنگ کا بہت عمدہ، بہترین اور مربوط انتظام تھا۔

......باہر سے آنے والے عام مہمانوں، خصوصی مہمانوں اور مدعوین وغیرہ کی رہائش اور قیام و طعام کا انتظام بھی بہت خوب تھا۔ عوام الناس کے لیے بھی کھانے کا عمدہ نظم تھا۔

......اسٹیج وسیع اور خوبصورت تھا۔ مہمانان خصوصی کے لیے نمایاں مقام پر صوفے رکھے گئے تھے۔

تقریب کا آنکھوں دیکھا مختصر حال:

مغرب کے بعد تلاوت قرآن پاک سے تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ نقابت کے فرائض اول تا آخر ہمارے خالو مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی مدظلہ نے انجام دیے۔ سرگودہا سے تشریف لانے والے خدام کے قدیم نعت خواں صوفی ارشاد حسین چاریاری صاحب، کلورکوٹ کے صوفی عبدالمجید خدامی صاحب اور ہری پور ہزارہ کے شاعر انقلاب جناب اطہر ہاشمی صاحب نے یکے بعد دیگرے نعتیہ کلام پیش کیا۔ اِسی دوران قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے مجاز بیعت وتوبہ اور انتظامی جانشین حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہم [مدیر: جامعہ عربیہ اظہار الاسلام، چکوال]، حضرت مولانا عبدالجبار سلفی مدظلہ [لاہور] اور حضرت مولانا عبدالشکور حقانی مدظلہ [لاہور] وغیرہم اسٹیج پر تشریف لائے۔ ۸:۱۸ر پر حضرت مفتی صاحب کا مدظلہم کا بیان شروع ہوا۔ حضرت نے فرمایا:

''ہم سب کے مرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم کی توجہات سے تحریک خدام اہل سنت صوبہ سندھ کے زیر اہتمام یہ جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ میں بھی استفادہ کی نیت سے حاضر ہوا تھا، لیکن تعمیل حکم میں چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ انسان کے لیے تین چیزوں کا درست کرنا ضروری ہے۔ ۱) عقیدہ۔ ۲) عمل۔ ۳) اخلاق۔ جیسے درخت کے لیے: ۱) جڑ۔ ۲) تنا اور شاخیں۔ ۳) پھل رپھول ہے۔ عقیدہ بمنزل جڑ ہے۔ اگر خراب ہوا تو درخت ہرا بھرا ہی نہ ہو سکے گا۔

عقائد میں توحید کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ موحد آدمی صرف خدا تعالیٰ ہی کو وحدہ لاشریک مانتا ہے۔ کسی اور کو اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتا۔ چاہے اس کے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ تحریک خدام اہل سنت کے بانی ہمارے مرشد حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے اِسی توحید کا سبق ''یا اللہ مدد'' کے ایک مختصر جملے

کے ذریعہ سنی قوم کے ہر بچے بڑے کو سکھا دیا۔ توحید کے بعد نبوت و رسالت ہے۔ ہم تمام انبیاء کی نبوت کے قائل ہیں۔ ہر نبی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ہر نبی نے اپنے فرائض منصبی کو پورا کیا۔ ہر نبی معصوم ہے۔ نبی سے کبھی گناہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس کی اطاعت فرض ہے۔ اور گناہ اس سے ہوسکتا ہے جس پر نفس یا شیطان کا غلبہ ہوجائے۔ اگر نبی پر نفس یا شیطان کے غلبے کا امکان ہو تو نبی کی کس بات اعتماد رہ جائے گا کہ یہ نفس اور شیطان کی طرف سے نہیں ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے کے ساتھ ساتھ آخری نبی ماننا بھی ضروری ہے۔ آپ کی شان سب نبیوں سے زیادہ ہے۔ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں حجم کے لحاظ سے عرش سب سے بڑا ہے۔ اور شان اور مرتبہ کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے ہیں۔''

نصف گھنٹہ حضرت کا بیان ہوا۔ بعد ازاں مولانا حافظ محمد قاسم گجر نے نعت پڑھی۔ ۹:۰۴ پر مولانا عبد الجبار سلفی صاحب کا بیان شروع ہوا۔ انہوں نے اپنے بیان میں بطورِ خاص یہ فرمایا کہ:

''اللہ پاک کا احسان عظیم ہے کہ ہمیں انسان بنایا، پھر مسلمان بنایا۔ خدا تعالیٰ کی بڑی مخلوقات تین ہیں۔ انسان، فرشتے اور جانور۔ فرشتوں کو باری تعالیٰ نے عقل دی مگر ان میں خواہش نہیں رکھی۔ جانوروں میں خواہش رکھی مگر عقل نہیں دی۔ انسان کو عقل بھی دی اور خواہش بھی رکھی۔ اب اگر انسان خواہشات پر عمل کرتے ہوئے عقل کو دبا دے تو جانوروں سے بدتر اور عقل کو کام میں لاتے ہوئے خواہشات کو پامال کر دے تو فرشتوں سے افضل۔ نبی کریم کی صحبت کا پہلا اثر یہ تھا کہ آپ کی صحبت والے خواہشات پر عمل نہیں کرتے تھے۔ عقل استعمال کرتے تھے۔ اِسی لیے ہم کہتے ہیں کہ: انبیاء معصوم ہیں اور صحابہ محفوظ ہیں۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی کے دماغ پر اور صحابہ کے دل پر خدا کا پہرہ ہوتا ہے۔'' حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس کے قریب گناہ نہ جائے وہ معصوم ہے۔ اور جو گناہ کے قریب نہ جائے وہ محفوظ ہے۔'' نبی کا مقصد دین پھیلانا ہے۔ اور نبی کے پاس دین لینے کا ذریعہ ''وحی'' اور دینے کا ذریعہ ''صحابہ'' ہیں۔ اب جو وحی کا منکر ہے وہ بھی نبوت کا منکر اور جو صحابہ کا منکر ہے وہ بھی نبوت کا منکر۔...... نبی اور نبی کی جماعت پر اعتماد کرنے والے کو ''اہل سنت'' کہتے ہیں۔ اور سنت ہمیشہ معتبر ہوتی ہے۔ کبھی موضوع یا ضعیف نہیں ہوتی۔

صحابہ کرام کی محبت اہل ایمان کے دلوں میں راسخ کرنے کے لیے چودہ صدیوں میں بڑا کام ہوا ہے۔ برصغیر میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اور ان کے بعد شاہ ولی اللہؒ پھر ان کے بیٹے شاہ عبد العزیزؒ نے کام کیا۔ پھر یہ علمائے دیوبند کی طرف منتقل ہوا۔ تحریک ریشمی رومال کے دوران حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ اور دیگر احباب کو نصیحت کی تھی کہ: ہماری تحریک میں کوئی صحابہ کا مخالف شامل نہ ہو۔ ورنہ ہماری تحریک برباد ہوجائے گی۔ چنانچہ کسی بھی شیعہ کو اس تحریک میں شامل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ ہر مکتب فکر اور

ہر حلقہ فکر کے لوگوں کو شامل کیا گیا تھا۔

پھر یہ محنت امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ نے فرمائی اور اپنی زندگی اِسی محنت پر وقف کر دی۔ پھر وہ فکر جو اللہ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دل میں ڈالی، شاہ ولی اللہؒ کے خاندان کی طرف منتقل ہوئی، پھر علمائے دیوبند کی طرف آئی، پھر امام اہل سنت حضرت لکھنوی رحمہ اللہ نے اس پر زندگی لٹائی۔ وہی فکر اللہ تعالیٰ نے میرے قائد و مرشد وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کو عطا فرمائی۔ یہ بات میں عقیدت نہیں حقیقت کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔ آپ حضرات خوش قسمت ہیں کہ اللہ نے آپ کو حضرت سومرو مدظلہم دیئے ہیں جو حضرت مجددؒ والی فکر دفاعِ صحابہ کے پاسبان ہیں۔ اللہ نے آپ کو آفتاب ولایت بخشا ہے۔ آپ حضرات حضرت مدظلہم کی مشاورت سے اِس فکر کا کام جاری رکھیں۔''

۳۵ منٹ کے اِس بیان کے بعد اذانِ عشاء ہوئی۔ نماز کی تیاری کے بعد باجماعت نمازِ عشاء ادا کی گئی۔

بعد از عشاء تلاوت کے بعد صوفی ارشاد حسین چاریاری صاحب اور حافظ قاسم گجر صاحب نے نظمیں پڑھیں۔ ۱۰:۳۰ پر مبلغ اسلام مولانا ظہور احمد میمن مدظلہ کا پراثر بیان شروع ہوا۔ حضرت نے بخاری شریف کی تکمیل کی اس تقریب کی مناسبت سے بخاری شریف کی آخری حدیث اور اس کے ترجمۃ الباب کے حوالے سے اپنے قیمتی ارشادات میں فرمایا:

یہ تقریب تکمیل بخاری کی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب کے آخر میں یہ بات لا کر آخرت کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آخرت میں اعمال کی گنتی نہیں وزن ہوگا۔ عمل کی تعداد اور کثرت پر نہیں اس کے وزن پر فیصلہ ہوگا۔ اور وزن ''اخلاص'' سے پیدا ہوتا ہے۔ تھوڑا عمل اخلاص سے ہو تو اللہ پاک اسے چار چاند لگا دیتے ہیں۔ (ہر نیک عمل کا کوئی نہ کوئی نتیجہ اچھا ہوتا ہے۔) آج اعمال تو ہیں لیکن نتائج نظر نہیں آتے۔ نماز ہے لیکن اس کا نتیجہ (بے حیائی سے بچنا) غائب ہے۔ حالانکہ قرآن کہتا کہ نماز بے حیائی سے بچاتی ہے۔ اللہ کا قرآن تو سچا ہے، ہماری نماز میں وزن نہیں ہے۔ اِسی طرح روزہ تو ہے لیکن اس کا نتیجہ (تقویٰ) نہیں ہے۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ روزے رکھو تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔ اسی طرح تلاوت قرآن ہے، درس و تدریس، تبلیغ و جہاد اعمال تو ہیں لیکن ان کے نتائج نہیں ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان اعمال میں وزن نہیں ہے۔ اور وزن نہ ہونے کا سبب اخلاص کا فقدان ہے۔ امام بخاری اخلاص کی ترغیب دے رہے ہیں۔ اپنی تقریر و تحریر میں، تعلیم و تعلم میں اور تمام اعمال میں اخلاص پیدا کرو! کیونکہ ''انما یتقبل اللہ من المتقین'' یہاں متقین مخلصین کے معنی میں ہے۔ اللہ پاک مخلصین کے اعمال ہی قبول فرماتے ہیں۔ اخلاص کے بغیر عمل ایسے جیسے جسم بلا روح۔ جسم میں سے روح نکل جائے تو اسے لاش یعنی لاشئے کہتے ہیں۔ جس کا

مطلب ہے کہ یہ اب کچھ بھی نہیں۔ کتنے ہی پیارے کی لاش ہو اسے کوئی گھر میں نہیں رکھتا۔ اِسی طرح اخلاص کے بغیر عمل بے کار ہے۔ اور یاد رکھو! اخلاص گھنٹے دو گھنٹے کی تقریر سننے سے پیدا نہیں ہوتا۔ اِس کے لیے صحبتِ صالحین کی ضرورت ہے۔ یا اپنی جان، مال اور وقت لگا کر اللہ کے راستے میں نکلنا بھی اس کے لیے مفید ہے۔ سب لوگ عزم کریں کہ شب براءت آرہی ہے، اسے قیمتی بنائیں، رمضان آرہا ہے، اسے قیمتی بنائیں۔''

نصف گھنٹہ سندھی زبان میں یہ قیمتی بیان جاری رہا۔ ۱۱:۰۳ پر امیر تحریک اور حضرت شیخ مدظلہما اسٹیج پر تشریف لائے۔ شرکائے جلسہ نے نعروں کی گھن گرج میں قائدین کا استقبال کیا۔ ۱۱:۰۵ پر حافظ قاسم گجر صاحب نے ''حق چار یار'' کا ترانہ پیش کیا۔ ۱۱:۱۸ پر نقیب محفل مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی نے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک مشہور ملفوظ کی وساطت سے علمائے دیوبند کا تعارف کرایا۔ اور امیر تحریک مدظلہم کو خطاب کی دعوت دی۔ ۱۱:۲۲ پر امیر تحریک کا بیان شروع ہوا۔ حضرت نے عقیدہ خلافت راشدہ کی اہمیت اور اس حوالے سے تحریک خدام اہل سنت کی اساسی محنت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

آخری دین آخری نبی پر تدریجاً نازل ہوا۔ نبی کریم ﷺ ۱۳؍سال مکی زندگی میں ہمہ جہت مشکلات میں گھرے رہے، اور ۱۰؍سال مدنی دور غزوات کی نذر ہو گیا۔ اس کے باوجود تقریباً سوا لاکھ صحابہ کی تعلیم وتربیت فرمادی۔ یہ سوا لاکھ صحابہ سوا لاکھ انبیاء کے وارث ہیں۔ جیسے انبیاء میں سے اولوالعزم انبیاء کی شان اور مرتبہ زیادہ ہے، اسی طرح صحابہ میں سے خلفائے راشدین چار یاروں کا مقام ومرتبہ زیادہ اور بلند ہے۔ جن کے سر پر ''خلافت علیٰ منہاج النبوۃ'' (خلافت راشدہ) کا تاج سجایا گیا۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ اپنی مشہورِ زمانہ کتاب إزالة الخفاء میں عقیدہ خلافت راشدہ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''خلافت ان بزرگوں کی اصل ہے اصول دین سے۔'' ہماری جماعت (تحریک خدام اہل سنت) اِسی اصل کی بنیاد پر کام کر رہی ہے۔

آپ حضرات خوش قسمت ہیں کہ میرے والد گرامی (قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ) کے روحانی جانشین (شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم) اللہ کے فضل وکرم سے آپ کے سامنے موجود ہیں۔ والد محترم کے جانشین کی موجودگی میں اِس عقیدے کی اہمیت کی بابت عرض کر رہا ہوں۔ اور اپنی طرف سے نہیں حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے۔ اِس اصلِ دین پر محنت کی ضرورت ہے۔ اِس وقت ہمارے ملک میں یہ محنت صرف تحریک خدام اہل سنت کر رہی ہے۔ یہ جماعت دیگر عقائد پر بھی محنت کر رہی ہے، لیکن سب سے زیادہ محنت عقیدہ خلافت راشدہ موعودہ پر کر رہی ہے۔ اِس کے لیے حضرت والد گرامی رحمہ اللہ نے سنی قوم کو ''خلافت راشدہ حق چار یار'' کا نعرہ دیا۔ وہ فرماتے تھے: یہ مثبت ایٹم بم ہے۔ حق چار یار کی صدا سے تمام شیاطین بھاگ جائیں گے۔ اِسی مشن کی محنت

حضرت شیخ الحدیث (سومرو) صاحب دامت برکاتہم فرمارہے ہیں۔ آپ سب اِن کے معاون بنیں۔ جو مشن حضرت شیخ الحدیث مدظلہم کو پیارا ہے وہ مجھے اور آپ کو بھی پیارا ہونا چاہیے۔ آپ چاہے کسی بھی جماعت سے تعلق رکھنے والے ہوں، اِس عقیدے کی محنت ضرور کرتے رہیں۔ یہ نعرہ نہ صرف صوبہ سندھ کے درودیوار پر لکھا جائے بلکہ اِس کی گونج آتی رہے۔''

۵۷:۱۱ ر تک حضرت کا بیان جاری رہا۔ بعدازاں پانچ سات منٹ کے لیے سندھ کے مشہور نعت خوان جناب حافظ علی گوہر صاحب نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ ۱۲۰:۸ ر پر ایک مرتبہ پھر جناب قاسم گجر صاحب کو حضرت شیخ مدظلہم کے حکم پر دعوت دی گئی۔ چار پانچ منٹ انہوں نے کلام پیش کیا۔ ۱۲:۱۴ ر تلاوتِ حدیث ہوئی۔ ۱۲:۱۵ ر حضرت شیخ مدظلہم کا بیان شروع ہوگیا۔ جو ۱:۱۵ ر تک گھنٹہ بھر جاری رہا۔ حضرت مدظلہم نے فرمایا:

دور دور سے آنے والے مہمانوں کی وجہ سے اردو میں گفتگو ہوگی۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے جو ارشاد فرمایا وہ بھی شریعت۔ جو کیا وہ بھی شریعت۔ آپ کے سامنے کوئی کام ہوا، آپ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی وہ بھی شریعت ہے۔ اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ فرمایا:'ان ھو الا وحی یوحی' میرے نبی کی زبان وحی الٰہی کی ترجمان ہے۔ اور ایک صحابی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بے شک تم سب کچھ) لکھا کرو! اِس زبان سے (کسی حالت میں بھی) حق کے علاوہ کوئی بات نہیں نکل سکتی۔ اور نبی کریم ﷺ کے عمل کی بابت فرمایا: ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی. اور فرمایا: یبایعون اللہ. ایک صحابی نے کسی فعل کی بابت کہا کہ: اس پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ پوچھنے والے نے پوچھا تو جواب میں حضور کی حدیث سنائی۔ اور فرمایا: حضور نے لعنت کی تو گویا اللہ نے کی۔

جو کچھ قرآن میں علمی صورت میں ہے۔ وہ حضور کی سیرت طیبہ میں عملی صورت میں ہے۔ دونوں کا مجموعہ شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ اور سب سے افضل علم حدیث ہے۔ سب سے زیادہ درود پڑھنے والی محدثین کی ہی جماعت ہے۔ جو قیامت میں حضور کے سب سے زیادہ قریب ہوں گے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے تراجم باب پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ باطل کے خلاف یلغار کیے ہوئے ہیں۔ وحی کا باب رکھ کر ''اہلِ عقل'' کا رد کیا کہ دین وحی سے آتا ہے عقل سے نہیں۔ نبوت یونان والوں کو نہیں ملی۔ ابن خلدون کہتے ہیں: دین میں عقل کے گھوڑے دوڑانے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے چیونٹی کوہ ہمالیہ کا طول وعرض ماپنے چل پڑے۔ ان کا حال اس مکھی جیسا ہے جو گھوڑے کے پیشاب میں بہنے والے تنکے پر بیٹھ کر یہ سمجھتی ہے کہ میں دریائے فرات کی سیر کر رہی ہوں۔

امام بخاری رحمہ اللہ پہلی حدیث ''تصحیح نیت'' کی لائے۔ جو مبدء المبادی ہے۔ اور آخر میں وزنِ اعمال کی بات لائے۔ جو غایت الغایات ہے۔

اِس پرفتن دور میں ایک بات یادرکھو! چٹائی پر بیٹھ کر قرآن وحدیث پڑھنے والوں کو معمولی مت سمجھو۔ اور یہ حضرات خود بھی اپنی شان پہچانیں۔ اپنی ذمہ داری پوری طرح نبھائیں۔ اور نیت خالص رکھیں۔

ختم بخاری کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے۔ اِس لیے دعا میں سب ساتھی شریک ہوں۔ اور اللہ کرے ہمیں صحیح مانگنا آجائے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے بھی دنیا ہی مانگتے ہیں۔ سب سے جامع دعا" ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار." ہے۔

تمام مہمانوں خصوصاً قائد محترم حضرت قاضی ظہور الحسین صاحب اظہر مدظلہم جو ہمارے حضرت رحمہ اللہ کے جانشین ہیں۔ ان کا شکرگزار ہوں کہ علالت وبڑھاپے کے باوجود تشریف لائے۔ اسی طرح پنجاب، سرحد، بلوچستان اور سندھ کے دور دراز کے علاقوں سے تشریف لانے والے احباب کا شکرگزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا دامن اپنی رحمتوں سے بھر دے۔ آمین۔

۱۷:۱ ار پر علماء وحفاظ کی دستار بندی ہوئی۔ جن میں حضرت شیخ مدظلہم کے ایک صاحبزادے حافظ احمد الرحمٰن بھی شامل تھے۔ ۲۵:۱ ار پر حضرت شیخ مدظلہم کی اختتامی دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔

☆......☆......☆......☆

بقیہ......صفحہ ۱۴......[افاداتِ شیخین کریمین]

جنگ دو ہی طریقوں سے لڑی جاتی ہے اقدامی جنگ (offensive war) ہوتی ہے یا دفاعی جنگ (dafensive war) ہوتی ہے۔ اسلام میں دونوں قسم کے جہاد روا ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ: اسلام نے جنگ میں پہل کرنے کا حکم بھی دیا ہے، اگر کسی علاقے میں دشمن نے ظلم وستم اور فتنہ وفساد کا بازار گرم کر رکھا ہو، شرفا کی عزت محفوظ نہ ہو، اسلام کے خلاف سازش کا گڑھ بنا ہوا ہو تو ایسی صورت میں گندے عنصر کا قلع قمع ضروری ہو جاتا ہے۔ اور اسلام جنگ میں اقدام کی اجازت دیتا ہے۔ دوسری صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دشمن خود چڑھائی کردے جیسا کہ جنگ خندق کے موقع پر ہوا تھا۔ تو ایسی حالت میں دفاعی جنگ لڑی جاتی ہے۔ ایسے موقع پر مرد، عورت، جوان، بوڑھا سب پر فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ اپنا دفاع کرے عام حالات میں تو جہاد فرض کفایہ ہے۔ مسلمانوں کی فوج موجود ہے وہ دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہو، باقی لوگوں کو میدان جنگ میں جانے کی ضرورت نہیں ہوتی، مگر جب دشمن اہل اسلام پر چڑھ دوڑے تو یہ جنگ فرض عین بن جاتی ہے، اس میں مرد وزن کی شرکت لازم ہوتی ہے۔

[معالم العرفان: ۵۱۹/۳، ۵۲۰]

حافظ محمد شمس الدین خان طلحہ صفدری بن شیخ قارن مدظلہم قسط:۷

اِفاداتِ شیخین کریمین

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ......مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمہ اللہ

۱۷)......بدعات سے نفرت:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

آنحضرت ﷺ نے شرک کے بعد جس طرح بدعت اور اہل بدعت کی تردید فرمائی ہے شاید ہی کسی اور چیز کی ایسی تردید فرمائی ہو۔اور حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ بدعت سے دین کا اصلی حلیہ اور صحیح نقشہ بدل جاتا ہے اور اصل ونقل اور حق وباطل میں کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔اور قرآن کریم نے صراحت سے اس امر کو بیان کیا ہے کہ دین کے مٹ جانے کے اصولی دو طریقے ہیں: کتمان حق اور تلبیس حق وباطل اور اسی اختلاط اور تلبیس کی وجہ سے دین الٰہی لوگوں کی خواہشات اور اہواء کا ایک کھلونا بن کر رہ جاتا ہے، جس کا جی چاہا کسی چیز کو اپنی مرضی سے دین بنا دیا اور جس کی خواہش ہوئی کسی چیز کو دین سے خارج کر دیا۔خدا تعالی کا دین نہ ہوا، بچوں کا کھیل ہوا۔(معاذ اللہ تعالی) [راہ سنت:۶۹]

اللہ تعالی نے ہمارے اعمال کا ایک معیار، ہمارے افعال کا ایک مقیاس اور ہماری زندگی کا ایک نمونہ بتایا ہے، اور وہ اسوۂ رسول ﷺ، سیرت رسول اور اتباع رسول ہے۔اور حضرات صحابہ کرامؓ و تابعین اور تبع تابعین اس نمونہ پر صحیح اترنے والے ہیں۔اس اسلامی یونیفارم اور اس اتباع سنت کی وردی کے خلاف تمام فیشن، جملہ رسوم اور ہر قسم کی بدعات خدا تعالی اور اس کے رسول برحق ﷺ کے کامل ومکمل آئین اور نظام میں مردود ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونے والا کوئی بھی شخص کسی طرح حقیقی نجاح وفلاح کا مستحق نہیں ہے۔

[راہ سنت:۱۴۴]

اس طرح بدعت کے متعلق علم ہو جائے کہ کتنا بڑا گناہ ہے تو لوگ اس کے قریب نہ جائیں اگر کوئی شخص مسجد کے محراب میں سو بوتلیں شراب کی پیئے تو کتنا گناہ ہے؟ سارے سمجھتے ہیں کہ شراب پینا بڑا گناہ ہے، پھر مسجد کے محراب میں بیٹھ کر پینا اور زیادہ گناہ، لیکن ایک بدعت کا ارتکاب کرنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔اِس لئے کہ شراب پینے سے دین کا حلیہ اور نقشہ نہیں بدلتا کیونکہ سارے سمجھتے ہیں کہ گناہ ہے اور بدعت کرنے سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے کیونکہ بدعت دین سمجھ کر کی جاتی ہے۔لہٰذا ایک بدعت سو گناہوں سے بھی بڑی

ہے۔[ذخیرۃ الجنان: ۲۰۴/۴]

آج کل اہل بدعت نے دین کا نقشہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ بدعات اُن کے نزدیک اسلام ہیں اور اہل السنّت والجماعت کی علامتیں ہیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اصلاح شروع فرمائی، مولوی، پیر، عوام سارے بگڑ گئے، مخالف ہو گئے جس طرح آج تم کسی مقام پر بدعت کی تردید کرو تو بھڑوں کی طرح سارے تمہیں چمٹ جائیں گے کیونکہ برادری اور قوموں کے اعتبار سے جو بدعات ہیں وہ ان کا دین بنا ہوا ہے۔ آج تیجے، ساتویں، دسویں، عرس، میلاد کی تردید کرو تو نتیجہ تمہارے سامنے ہے کہ یہ لوگ کہتے کیا ہیں اور کرتے کیا ہیں۔ صرف وہ لوگ تمہارا ساتھ دیں گے جن کو رب تعالی نے سمجھ عطا فرمائی ہے۔ یاد رکھنا! بدعات دین کی مخالفت کا نام ہے۔ ان سے دین کا نقشہ بگڑ جاتا ہے۔ اور یہ بات میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ سو گناہ کبیرہ ایک طرف تو ان کا گناہ ہلکا ہے اور ایک بدعت کا گناہ زیادہ ہے، اس لیے کہ گناہ جتنے بھی ہیں ان سے دین کا نقشہ نہیں بدلتا کیونکہ کوئی ان کو دین نہیں سمجھتا اور بدعت کے ذریعے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے، اس لیے کہ بدعت کو دین سمجھ کر اس پر عمل کیا جاتا ہے۔[ذخیرۃ الجنان: ۲/ ۲۹۳، ۲۹۴]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

جماعت اہل سنت کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ دلائل شریعت چار ہیں، یعنی کسی مسئلہ کی تحقیق کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آیا اس کا ثبوت ان چار دلائل میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر کوئی مسئلہ ان دلائل میں سے کسی ایک دلائل سے ثابت نہ ہو تو وہ بدعت ہوگی جس کا ترک کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔[خطبات سواتی: ۱۷/۴]

آپ نے تو اپنی الگ شریعت بنا رکھی ہے، جو کرنے کے کام ہیں اور حضور ﷺ کی سنت ہیں، اُن کو تو کرتے نہیں، اور ان کی بجائے بدعات اور رسومات کو بڑی باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔ آپ دیکھ لیں قبریں پختہ بنائی جا رہی ہیں، ان پر گنبد تعمیر ہو رہے ہیں، عرس ہو رہے ہیں، میلے لگ رہے ہیں، ڈھول ڈھمکا ہو رہا ہے، اللہ کے بندو! ان چیزوں کا نہ مردوں کو کچھ فائدہ......، اگر قبروں کی پختگی پر کیا جانے والا خرچ غرباء کی جھونپڑیاں بنانے پر صرف کرتے، قبروں پر چڑھائی جانے والی چادروں کی بجائے یتیموں کی ستر پوشی کرتے، اور عرسوں پر بے دریغ خرچ ہونے والی رقوم سے غریبوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد دیتے، کسی مقروض کو قرضے سے نجات دلا دیتے، کسی بیمار کا علاج کرا دیتے تو خدا بھی راضی ہوتا اور اس کا رسول ﷺ بھی، پھر اس کا فائدہ مستحقین کو پہنچتا، اور مرنے والے کو بھی ایصال ثواب ہوتا، اور ساتھ ساتھ نیکی کے یہ کام کرنے والے بھی اجر سے محروم نہ رہتے، مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے، قبروں پر چپس لگانے، پھول چڑھانے اور خوشبو لگانے کا مردے کو کیا فائدہ؟[خطبات سواتی: ۲۱/۳]

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب بدعات کثرت سے ہونے لگتی ہیں تو ایسی قوم کا ذوقِ سنت ختم ہو جاتا ہے، جب ایک بدعت عام ہو جاتی ہے تو پھر اس کے سہارے بہت سی دوسری خرافات بھی شروع ہو جاتی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ نومولود کے کان میں اذان کہنا سنت ہے، اب سنت مطہرہ کے ساتھ مذاق دیکھئے، پچھلے دنوں مشرق اخبار کی رپورٹ کے مطابق ایک کلمہ گو ایکٹر کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس نے خود یا کسی دوسرے مسلمان سے اذان دلوانے کی بجائے ایک مرغ کو لاکھڑا کیا اور اس سے بچہ کے سامنے اذان کہلوائی۔ [خطبات سواتی:۲۴۰/۴]

۱۸)...... یزید بن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ کے تصدیق شدہ ایک فتویٰ میں ہے:

۱......آج تک کسی نے یزید کے دور حکومت کو خلافت راشدہ میں شمار نہیں کیا اور نہ ہی اس کو خلیفہ راشد کہا ہے۔

۲......تاریخی حقائق کی روشنی میں یزید کا فسق تو اتر تک پہنچا ہوا ہے اس بناء پر علماء محدثین نے اس کے فسق کا اظہار کیا ہے۔ مشہور حنفی عالم علامہ ابوبکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ نے ''احکام قرآن'' میں یزید کے فسق کا اظہار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ''احکام القرآن:۱۱۹'' ...... مذہب حنفی کے بلند پایہ محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فسق یزید کا اظہار کیا ملاحظہ ہو ''شرح فقہ اکبر:۸۸'' ......اکابر علماء دیوبند میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو ظالم اور پلید لکھا ہے ملاحظہ ہو ''فیوض قاسمی ص۳۲'' ''اجوبہ اربعین:۳/۲'' ...... حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو فاسق لکھا ہے، ملاحظہ ہو ''فتاوی رشیدیہ ۱/۱۰'' ...... حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو فاسق لکھا ہے، ملاحظہ ہو ''امداد الفتاوی:۱۶/۴''

۳......واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ یزید کے دور حکومت میں ہی ہوئے، اِس لیے اُس کو اِن واقعات سے بالکل علیحدہ نہیں کیا جا سکتا، اِن کی ذمہ داری اُسی پر آتی ہے۔ کیونکہ اِن واقعات میں ملوث کسی کو اُس نے سزا نہیں دی۔ واللہ اعلم بالصواب [ماہنامہ نصرۃ العلوم:۲ شمارہ نومبر ۱۹۹۶ء، وامام اہل سنت نمبر:۷۳۱]

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز تالیف ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' میں لکھتے ہیں:

''مستدرک [۵۲۲/۳:] میں روایت آتی ہے کہ حضرت معقلؓ بن سنانؓ اور حضرت مسلمؒ بن عقبہؒ کی آپس میں ایک مرتبہ ملاقات ہوئی۔ حضرت معقلؓ نے یزید کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''میں اُس شخص کی بیعت کرنے کے لیے مجبوراً نکلا ہوں۔ حالانکہ وہ شراب بھی پیتا ہے اور حرم میں زنا بھی کرتا ہے۔'' [ص:۱۴۶]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ (کربلا) میں بڑی زیادتی ہوئی اور اس سانحہ کے ذمہ دار نا قابل معافی ہیں، ان کی طرف داری کرنے والے خواہ کچھ بھی کہیں غلط ہے، کیونکہ غلط بات ہمیشہ غلط ہی ہوتی ہے، یزید نے ظلم کیا، اُس کے گورنر اور لشکریوں نے ظلم کیا۔ ہم یزید کے طرف دار نہیں، اگر وہ کسی ٹربیونل کے ذریعہ اس غم انگیز واقعہ کی تحقیقات کراتا اور مجرموں کو سزا دیتا تو اُس کا نام تاریخ میں بری الذمہ ہو جاتا، مگر اُس نے یہ نہیں کیا، بلکہ ایسی باتیں کر کے معاملے کو ختم کر دیا، اِس سے بات ختم نہیں ہوتی، کیونکہ یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ [خطبات سواتی: ۲/۲۴]

یزید خود تو فاسق فاجر ہی تھا، تاہم اس کے بعد اس کا بیٹا مسند خلافت پر متمکن ہوا جو کہ نیک آدمی تھا۔ [معالم العرفان: ۳/۳۴۳]

۱۹)...... جہاد فی سبیل اللہ:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مسلمانوں کو اللہ تعالی نے غیرت دلائی کہ تمہیں بدو وجہ کافروں سے لڑنا ضروری ہے: ایک یہ کہ اللہ تعالی کا دین بلند ہو، کفر و شرک اور ہر قسم کی بدی اور فتنہ دنیا سے بالکل نیست و نابود ہو اور خالص اللہ تعالی کا دین اور اس کا قانون نافذ ہو۔ اور فی سبیل اللہ جہاد اسی کا نام ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة و يكون الدين كله لله. [پ۹، سورۃ انفال ۵]

اور لڑتے رہو اُن سے یہاں تک کہ فساد ختم ہو جائے اور دین سب اللہ ہی کا نافذ ہو کر رہے۔

[شوق جہاد: ۶]

ساری مخلوق میں جو رتبہ درجہ اور شان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے وہ اور کسی کو حاصل نہیں ہے اور خصوصیت سے ختم نبوت کا جو بلند مقام آپ کو مرحمت ہوا ہے وہ صرف آپ سے مختص ہے، بایں ہمہ آپ نے مقام شہادت کو اجاگر کرنے کے لئے ایک موقع پر فرمایا۔ کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالی کے راستہ میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں۔ [بخاری شریف: ۱/۱۰] جس امر کے حاصل کرنے کے لئے آپ بار بار آرزو کریں اس کے بہتر اور افضل ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟؟ [شوق جہاد: ۲۵]

مجاہدین اسلام کو جو حکومت کی طرف سے، یا رضا کارانہ طور پر اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لئے ڈٹ کر موروچوں پر جمے ہوئے ہیں اور دن رات اپنے ملک وقوم کے بچاو کے لئے پہرہ دے رہے ہیں یہ یقین کر لینا چاہیے کہ ان کا یہ وقت بہترین عبادت اور طاعت رب قدیر میں صرف ہو رہا ہے اور اعلائے کلمۃ

اللہ، اور اسلام کی سر بلندی کی خاطر بدنی مالی اور قلمی جو بھی جہاد کرتے اور اس کے لئے جتنا وقت بھی وہ دے رہے ہیں وہ اتنے بڑے اجر کا حامل ہے کہ دنیا و مافیہا کے خزانے صرف کر کے بھی وہ ہرگز حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ [شوق جہاد:۳۴]

اس وقت پوری قوم کو ایک جان ہو کر کفر کے سیلاب کے مقابلہ میں آہنی دیوار بن کر جان و مال اور زبان کے جہاد کے لئے میدان میں نکلنا چاہیے، اگر اس مناسب موقع سے فائدہ نہ اٹھایا گیا تو کچھ بعید نہیں کہ طاغوتی طاقتوں کو زیادہ پھولنے اور پھلنے کا وقت مل جائے گا، سانپ کے بچہ کا سر اس سے پہلے ہی کچل دینا چاہیے کہ وہ سانپ اور اژدہا بن کر مزید خطرہ کا موجب بن جائے، اے مسلم اور غیور قوم! اب تیرے لیے میدان میں کودنے کا وقت آ گیا ہے اور ہاتف تجھے کہہ رہا ہے:

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللہ کو
خوف باطل کیا کہ ہے غارت گر باطل بھی تو

[شوق جہاد:۳۶]

اہل پاکستان کو عموماً اور مسلمانوں کا خصوصاً یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ملک اور قوم کی حفاظت کا عہد کر لیں اور دشمن کے مقابلہ میں ''بنیان مرصوص'' یعنی سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوں اور خداداد قوت و طاقت کو بروئے کار لا کر کفر کی دنیا کو بالعموم اور ہندوستان کے برہمنوں اور پنڈتوں کو بالخصوص اپنا لوہا منوانے کا عزم بالجزم کر لیں، جب اس ارادہ کو آپ اپنے دل میں جگہ دیں گے تو اللہ تعالی کامیابی عطا فرمائے گا۔ کیوں کہ مشہور ہے: جوئندہ یابندہ۔ اسلام زندہ باد۔ پاکستان پائندہ باد۔ [شوق جہاد:۴۷]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اللہ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے۔ لیکن اہل اسلام جس قدر جہاد سے گریز کر رہے ہیں اسی قدر ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان سنایا تھا کہ جو قوم جہاد کو ترک کر دے گی وہ ذلیل وخوار ہو کر رہے گی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے منکرین نبوت اور نبوت کے نام نہاد دعوے داروں کے خلاف جہاد کیا، آپ نے فرائض کے منکروں اور عیسائیوں کے خلاف بھی جہاد کیا تو اللہ نے ہر جگہ کامیابی عطا فرمائی۔ [خطبات سواتی:۶/۸۱]

اللہ تعالی نے منافقین کے تعلق سے جنگی حکمت عملی کا تذکرہ فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے: وقیل لھم. اور منافقوں سے کہا گیا، تعالوا قاتلوا فی سبیل اللہ۔ آو اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ او ادفعوا۔ یا دفاع کرو۔ (**بقیہ** صفحہ ۹ پر)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ
شیخ الحدیث: جامعہ خیر المدارس، ملتان

تداعی کے ساتھ ذکر بالجہر کی مجالس

(قسط:۲)......نوٹ: مفتی محمد رضوان صاحب کی یہ تحریر حضرت شیخ الحدیثؒ کے رسالہ میں شامل ہے۔

مروجہ مجالسِ ذکر کا حکم......از: مفتی محمد رضوان صاحب راولپنڈی

مروجہ مجالسِ ذکر پر ہمارا ایک رسالہ بنام ''اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' جدید اضافہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے جس میں اس مسئلہ کی تفصیل مذکور ہے اس کے علاوہ ماہنامہ ''التبلیغ'' راولپنڈی، میں قسط وار اس موضوع پر تفصیل شائع ہو چکی ہے جو ابھی مستقل رسالہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئی۔

اس لئے تفصیلات کے لیے تو انہیں مضامین کی طرف رجوع کرنا مناسب ہوگا، تاہم مختصراً عرض ہے کہ مجالسِ ذکر جن میں لوگوں کا ذکر کے لئے دعوت دی جاتی ہے اور اکٹھا کیا جاتا ہے اور پھر سب لوگ ایک ذکر کا التزام کرتے ہیں، ہمارے نزدیک اس کا مکروہ ہونا راجح ہے۔

اور اگر کوئی شیخ اپنے مریدین کو کسی خاص مصلحت سے اجتماعی ذکر کرائے اور اس کی اجتماعیت کو مقصود نہ سمجھا جائے بلکہ علاجاً اختیار کیا جائے تو فی نفسہ اس کی گنجائش ہو سکتی ہے، لیکن کیونکہ عوام میں اس طرح کی مجالس سے اجتماعیت کے مقصود ہونے کا شبہ ہوتا ہے اور موجودہ دور کے حضرات بھی اس طرح کی بعض مجالس سے اجتماعی ذکر کی مجالس کے مستحب ہونے پر استدلال کرتے ہیں بلکہ بعض تو بذاتِ خود اجتماعی ذکر کو مستحب سے بھی بڑھ کر مسنون قرار دے رہے ہیں اور جگہ جگہ ان مجالس کو تداعی کے ساتھ منعقد کرنے پر زور دے رہے ہیں، اِس لئے موجودہ حالات میں صوفیائے کرام کا مصلحتاً اجتماعی ذکر کرانا بھی محلِ کلام بن جاتا ہے، کیونکہ جو چیز مفضی الی المعصیت یا عوام کے نظریہ وعمل کے بگاڑ کا باعث ہو اس سے بھی منع کیا جاتا ہے، اس طرح تداعی و اجتماعیت کے ساتھ ذکر کے مکروہ و بدعت ہونے پر بہت سے فقہاء وعلماء نے روشنی ڈالی ہے:

علامہ ابن حاج رحمہ اللہ (المدخل لابن الحاج: ۱/۹۰، فصل فی العالم وکیفیۃ نیتہ وہدیہ وادبہ)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (الاعتصام الجزء الاول الباب الاول فی تعریف البدع وبیان معناہا: ۲۶، مطبوعہ بیروت لبنان)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (الاعتصام الجزء الاول، الباب الرابع فی ماخذ اہل البدع بالاستدلال، فصل

ومنہا تحریف الادلۃ فی مواضعہا:۱۶۹)

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ اور امام زیلعی رحمہ اللہ (فتح القدیر، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ العیدین، تبیین الحقائق، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ العیدین، مندوبات العیدین)

علامہ شامی رحمہ اللہ (ردالمختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ العیدین)

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ (البحر الرائق:۱۵۹/۲) باب العیدین ملخصا)

علامہ شامی رحمہ اللہ (ردالمختار:۲۶۰/۲، باب صلاۃ الجنازہ)

(فتاوی ہندیہ الباب الرابع فی الصلاۃ)

(المحیط البرہانی: ۳۱۲/۵، کتاب الاستحسان والکراہیۃ الفصل الرابع فی الصلاۃ والتسبیح، وقراءۃ القرآن والذکر الخ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(نصاب الاحتساب:۳۰۵، الباب السادس والاربعون فی الاحتساب فی فعل البدع من الطاعات وترک السنن)

مولانا خلیل احمد سہانپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ذکر اللہ تعالی اسی وقت مقبول ہے کہ حسبِ قاعدہ شرعی کے ہو نہ بطور بدعت ومعصیت کے، پس جو ذکر مرکب بدعت ومعصیت سے ہوگا اس کی شرکت بھی ممنوع ہووے گی۔

چنانچہ پہلے بھی جواب سے اس سفسطہ (مغالطہ) کا ہو چکا ہے کہ منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے نہ بوجہ ذکر کے۔ (براہین قاطعہ:۱۱۳، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔)

سوال:......سال کے اکثر حصوں میں بزرگوں کی ارواح کے ایصالِ ثواب کے لئے لوگوں کو جمع کر کے بلا کسی خاص انتظام واوقات متعینہ کے قرآن شریف پڑھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اپنے دوست واحباب کو شمولیت کے لئے کہنا کیسا ہے؟

الجواب:...... یہ تداعی ہے غیر مقصود کے لئے جو بدعت اور مکروہ ہے۔ ۶/جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ

(امداد الفتاوی:۵۳۹/۱، ۵۴۰، باب الجنائز:۶۰۵/۴، ۶۰۶)

ان عبارات میں ذکر وتلاوت کے لئے تداعی کرنے اور جمع ہونے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے، جس سے مروجہ مجالسِ ذکر کے مکروہ ہونے کا حکم معلوم ہوگیا کہ وہ بھی مکروہ ہیں۔

قائدِ ملت، وکیلِ صحابہؓ، ترجمان اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے مجالسِ ذکر پر ایک مختصر مگر جامع مضمون تحریر فرمایا ہے، جس میں کئی شبہات کا ازالہ موجود ہے۔ (حضرت قائد اہل سنتؒ کی تحریر ''صفدر [مارچ ۲۰۱۶ء، شمارہ:۶۱] میں شائع ہو چکی ہے۔ [ادارہ]

☆☆☆☆

حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم
امیر: عالمی تبلیغی مرکز نظام الدین نئی دہلی، بنگلہ والی مسجد

موبائل کے ذریعہ تصویر لینا حرام ہے

(قریباً ایک سال قبل نظام الدین تبلیغی مرکز میں تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کے بیان کے دوران کسی صاحب نے موبائل کے ذریعہ مولانا کی تصویر لینے کی کوشش کی، اُس موقع پر مولانا مدظلہٗ نے جو کچھ فرمایا، وہ حسب ذیل ہے، یہ آڈیو کلپ ہمیں انڈیا کے جناب محمد یعقوب علی صاحب کے ذریعہ بذریعہ ای میل حاصل ہوا ہے۔[سیدزین])

میرے محترم دوستو، عزیزو!

ہمارے کام کا مقصد احیاءِ سنت ہے، آج جب میں اپنے ماحول میں کوئی عمل خلافِ سنت دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ ہمارا مجمع بجائے دین میں آگے بڑھنے کے پیچھے کی طرف جا رہا ہے۔

ہمارے ماحول میں اور ہماری مسجد میں لوگ تصویریں لیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ آج ہم سب استدراج میں مبتلا ہیں۔ کیوں کہ ہم سب کے ذہن میں یہ ہے کہ ان اعمال سے گزرنا تبلیغ ہے۔ استدراج کا مطلب یہ ہے کہ گم راہی پر ہونا اپنے آپ کو افضل سمجھتے ہوئے، استدراج ایک ایسا گڑھا ہے کہ جس میں آدمی گرتا رہتا ہے، گرتا رہتا ہے اور جہنم کے قریب ہوتا رہتا ہے، ہوتا رہتا ہے اور اپنے آپ کو حق پر سمجھتا رہتا ہے۔ جن علماء نے مشتبہ چیزوں کے جواز کا فتویٰ دیا، یا مشتبہ چیزوں کے بارے میں تساہل برتا، یا سکوت اختیار کیا، وہ سب اس گناہ کے پھیلنے کے ذمہ دار ہیں۔ چوں کہ جس چیز سے فحش کے پھیلنے کا اندیشہ ہو، اُس چیز کے بارے میں جواز کا فتویٰ دینا یا سکوت اِختیار کرنا یہ فحش کے بڑھانے اور پھیلانے میں مدد کرنا ہے۔ کسی ایسے گناہ میں مددگار بننا اپنے گناہ سے زیادہ بڑا گناہ ہے، مجھے بڑا غم ہے آج، سچی بات ہے مجھے بڑا غم ہے۔ ہمارے ماحول میں لوگ تصویریں لیں، کیا باقی رہ گیا ہے؟، کہاں اللہ کا ڈر رہ گیا ہے؟، میرے نزدیک ان علماء سے اللہ پوچھے گا اور حساب لے گا، جنہوں نے تصویر کے بارے میں تاویلات کا سہارا لے کر جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اور بڑی وعیدیں ہیں ایسے علماء کے لیے جو ان چیزوں کے بارے میں تساہل برتتے ہیں کہ جن سے فحش کے پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ ایسی چیزوں کے جواز کا فتویٰ دینا تو بالکل ہی باطل ہے، بالکل باطل ہے، بالکل باطل ہے۔ جس کے ہاتھوں میں دیکھو کیمرے والا موبائل ہے، میں تو حیران ہوں کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟

میں بہت ہی پریشان ہوں، کیا ہونا چاہیے تھا ہمیں، اور کیا ہم کر رہے ہیں؟ اور کہاں جا رہے؟، کیا ہمارا کام تھا اور کیا ہماری منزل تھی؟ کچھ نہیں کچھ نہیں، تبلیغ کو کلمہ نماز سیکھنے کی تحریک سمجھا ہوا ہے، نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کوئی خطرہ ہے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ''جو عمل اللہ کا قرب نہ پیدا کرے وہ اللہ سے دوری پیدا کرتا ہے۔''

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سخت بیمار ہوگئے کیا وجہ تھی کہ ایک آدمی نے بائیں ہاتھ سے پانی پی لیا، اور حضرتؒ کی حالت خراب ہوگئی کہ جماعت میں نکلا ہوا اور بائیں ہاتھ سے پانی پی رہا، اب میں کیا کروں؟ میرے کام کا مقصد تو احیاءِ سنت تھا اور یہ بائیں ہاتھ سے پانی پی رہا، رو رہے ہیں کیا کروں، اور حضرتؒ کی حالت مزید خراب۔ میں بھی آج یہی سوچ رہا کہ اس کام سے ہونا کیا تھا اور ہو کیا رہا ہے کہ تبلیغ میں اور جماعت میں نکلے ہوئے اور تصویر کھینچنے کو گناہ ہی نہیں سمجھ رہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے آسمان سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر سے باہر بلائیں اور وحی پہنچائیں اور واپس چلے جائیں، گھر میں ہی نہیں آتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل گھر میں کیوں نہیں آتے؟ پہلے تو آیا کرتے تھے، کہا کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتے جس میں تصویر ہو، یا کتا ہو، اللہ کے نبی کا گھر اور آسمان سے اللہ نے حکم دے کر بھیجا ہے کہ جاؤ نبی کو ہدایت کی وحی دے کر آؤ اور جبریل گھر سے باہر بلائیں، گھر کے اندر ہی نہ جائیں۔ سیدھی بات ہے بالکل سیدھی بات ہے۔ تم لاکھ تاویلات کروان تاویلات نے ہی ہمارا دین برباد کیا ہے، میرے دوستو عزیز و تاویلات سے ہی تساہل پیدا ہوتا ہے۔

کیا علماء، کیا عوام، کیا دین دار اور کیا بے دین اور کیا علماء کی اولادیں! سب ایک ہوئے ہیں، سب ایک ہوئے ہیں، اور اس کو دین کے کام کی ضرورت سمجھ رہے ہیں، یہ سمجھتے ہیں لمبی لمبی نمازیں پڑھنا دین ہے، حالانکہ یہ حرام میں گرفتار ہیں، ہر ایک کی جیب میں موبائل ہے- بیٹھ کر تصویریں بنانا، فلمیں بنانا، شیطانی عمل ہے، شیطان ان لوگوں کی گدی پر سوار ہے، کتنی چاہے عبادت کرے یہ خود شیطان ہے جو موبائل سے تصویریں کھینچتا ہے۔ کوئی بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیتا ہو بالکل شیطانیت کی مدد کرتا ہے، چاہے کوئی بھی مفتی ہو۔ اور یہ یاد رکھو کہ جو آدمی متقی نہ ہو وہ مفتی ہو ہی نہیں ہو سکتا، کیوں کہ وہ اللہ سے ڈرے گا ہی نہیں، فتویٰ دینے میں۔

دیکھو بھئی بات سنو! حرام کی بنیاد ٹیکنالوجی نہیں ہے، حلت و حرمت کی بنیاد ٹیکنالوجی نہیں ہے، اللہ اور اس کے رسول کا امر حلت و حرمت کی بنیاد ہے۔ ورنہ باطل اپنے آلات کی مختلف شکلیں بدل بدل کر تمہیں دے گا کہ وہ حرام تھا یہ حلال ہے، اُمت اپنے اَعمال کو ضائع کر رہی ہے، ہر قدم پر اللہ سے دور ہو رہی ہے،

سب کو دھوکا ہے کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ ہر عمل میں سے نورانیت ختم ہو رہی ہے اور سب کے ذہنوں میں یہ ہے کہ ہم ٹھیک کام کر رہے ہیں، اس کا سارا گناہ ان علماء کے سر ہے جنہوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا یا اس پر سکوت اختیار کیا۔ اس لیے کہ مسلم شریف میں ہے:

''مَنْ سَنَّ فِيْ الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعدَهٗ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِيْ الإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعدَهٗ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.'' یعنی جو غلطیاں جاری کرے گا سارے غلط کرنے والوں کا گناہ اس کے سر پہ ہے۔

حدیث صحیح ہے کہ **کل مصور فی النار** ہر مصور جہنم میں جائے گا، یہ طے شدہ بات ہے چاہے علماء کچھ بھی تاویلات کرتے ہوں، میں سمجھتا ہوں وہ علمائے سوء ہیں۔ تم لاکھ تاویلات پیش کرتے رہو۔ بقول حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے: ''مصالح نے ہی دین کو کھویا ہے'' -- یہ مصلحت، وہ مصلحت، ساری بے دینی مصلحت کی وجہ سے ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: مصالح کو تو پیسا جاتا ہے اس لیے کہ کھانے میں لذت پیدا ہو، اسی طرح دین کی لذت مصالح کے پیسنے میں ہے، مصالح کو پیسو تاکہ حکم پورا ہو، جو لوگ علماء اور مشائخ کی تصویریں رکھتے ہیں۔ وہ اس عمل کے ذریعے حرام کام میں مبتلا ہیں۔ دنیا میں بت پرستی آئی ہی اسی راستے سے ہے۔ پہلے تصویریں رکھی جاتی تھیں، پھر مجسمے بنائے جاتے تھے، اوّل کام تصویر کے ذریعے ہوا۔ یہ عقیدے کی خرابی ہے، ایک ضرورت کی چیز تھی موبائل، مگر لوگوں نے اسے کیا سے کیا بنا دیا، اس سے ہونا کیا چاہیے تھا مگر ہو کیا رہا ہے--- خدا کی قسم سب دھوکے میں ہیں، یہ تصویر کھینچنے والوں کے ساتھ شیاطین ہوتے ہیں، ایک فرشتہ بھی ان کے ساتھ نہیں ہوتا، اگر باطل کا باطل ہونا دینی کام کرنے والوں پر نہیں کھلتا تو سب دھوکے میں ہیں۔ جو حق و باطل میں تمیز نہ کر سکے وہ ہدایت پر ہے ہی نہیں، یہ اس زمانے کا ایسا فتنہ ہے کہ جس کو لوگ فتنہ ہی نہیں سمجھتے -- بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ''بے دینی کی اساس نظام عالم سے متأثر ہونا ہے۔ جو بھی متأثر ہوگا، اس کے لیے حق بات کہنا مشکل ہے۔''

اللہ کا واسطہ اپنے آپ کو اس عذاب سے بچائیں۔ اور توبہ کریں اور اس کا منصفانہ اِستعمال کریں۔ ☆☆

وفیات

حضرت امیر شریعت کے فرزند نسبتی، جناب کفیل شاہ صاحب کے والد گرامی سید وکیل شاہ صاحبؒ

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔ [ادارہ]

شکیل عثمانی

غامدی صاحب کا جوابی بیانیہ......دستورِ پاکستان اور قادیانیت

حال ہی میں وطنِ عزیز کے ممتاز دانش ور، جناب جاوید احمد غامدی کا ایک مضمون ''اسلامی ریاست: ایک جوابی بیانیہ'' ان کے ماہنامہ ''اشراق'' لاہور اور چند دوسرے رسائل اور جرائد میں شائع ہوا ہے۔ موضوع کی اہمیت اور اپنے اندازِ بیان کے سبب یہ مضمون گہرے غور وفکر کا متقاضی ہے۔ اس لیے بھی کہ یہ ملک میں جاری اسلام اور سیکولرزم کی اُس کشمکش کی عکاسی کرتا ہے' جس کے دوررس نتائج ہوں گے۔ ذیل کی سطور میں مضمون کے صرف چند نکات کا اختصار سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

اس مضمون کا اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ: ''ریاست کا کوئی مذہب یا دین نہیں ہوتا۔'' ماضی میں بھی اس موضوع پر بحث ہوتی رہی ہے جس میں ''جوابی بیانیے'' کے مصنف کا نقطۂ نظر وہی رہا ہے جو پاکستان کے راسخ العقیدہ اسلامی مفکرین کا ہے۔ حوالے کے لیے ملاحظہ فرمائیے، ماہنامہ اشراق ستمبر ۱۹۸۸ء میں غامدی صاحب کا مضمون جو سابق صدر ضیاء الحق کی وفات کے تناظر میں لکھا گیا۔ قارئین کی سہولت کے لیے مضمون کا متعلقہ حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ (خط کشیدہ جملے خصوصی توجہ کے مستحق ہیں)

''صدر جنرل محمد ضیاء الحق بھی دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ان کی وفات ہماری تاریخ کا ایک نا قابلِ فراموش سانحہ ہے۔ نفاذِ دین کے لیے جو حکمتِ عملی انہوں نے اپنے دورِ اقتدار میں اختیار کیے رکھی، مجھے اگر چہ اس سے سخت اختلاف تھا لیکن ابھی پچھلے ماہ میں نے جب ''شریعت آرڈیننس'' کے نفاذ کے بعد ان کی حکمت عملی پر تنقید لکھی تو اس میں یہ بھی لکھا:

''مجھے اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ وہ بہرحال اس ملک کی تاریخ میں پہلے سربراہِ مملکت ہیں جنہوں نے اسلام کے ساتھ اپنے تعلق کو بغیر کسی معذرت کے پورے اعتماد کے ساتھ ظاہر کیا۔ اسے برملا اس مملکت کی اساس قرار دیا۔ اس کے بارے میں صاف صاف کہا کہ وہ جس طرح ہماری انفرادی زندگی کا دین ہے، اسی طرح ہماری ریاست کا بھی دین ہے۔ اپنی سربراہی کے پہلے دن سے اس کے نفاذ کے لیے کوشاں ہوئے۔ علماء اور اہلِ دین کے ساتھ بہت عقیدت مندانہ رویہ اختیار کیا۔ ہر قومی اور بین الاقوامی پلیٹ فارم پر، جہاں انہیں موقع ملا، وہ قرآن کی آیات پڑھتے اور اسلام پر اپنے غیر متزلزل یقین کا اظہار کرتے نظر آئے، اور اس ملک میں جہاں اکثر اربابِ سیاست اب بھی اس حماقت میں مبتلا ہیں کہ مذہب

انسان کا انفرادی معاملہ ہے اور ریاست کے معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے، وہ ہر جگہ اور ہر موقع پر اس تصور کی بیخ کنی کرتے رہے۔ صدر صاحب کی وفات کے بعد اب اس ملک کے در و دیوار ان حقائق کا اعتراف کر رہے ہیں۔'' [ص:٦]

خط کشیدہ جملوں میں موصوف نے صدر ضیاء الحق کے ان الفاظ کا حوالہ دیا ہے کہ اسلام جس طرح ہماری انفرادی زندگی کا دین ہے اسی طرح ہماری ریاست کا بھی دین ہے اور یہ حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے صدر ضیاء الحق کے نقطۂ نظر سے کسی اختلاف کا اظہار نہیں کیا بلکہ کہا کہ ملک کے جوار بابِ سیاست یہ کہتے ہیں کہ مذہب انسان کا انفرادی معاملہ ہے اور ریاست کے معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے وہ حماقت میں مبتلا ہیں۔ اب ''جوابی بیانیے'' میں موصوف کا یہ کہنا کہ ریاست کا کوئی دین نہیں ہوتا، یہ ان کے نقطۂ نظر میں ایک بڑی تبدیلی ہے اور جب تک وہ نہیں بتاتے کہ اس تبدیلی کی وجوہات یا محرکات کیا ہیں اور یہ ''جدید وحی'' کب اور کیوں نازل ہوئی' بحث کو آگے بڑھانا مفید نہیں ہوگا۔ کیوں سے ہماری مراد سبب (cause) ہے۔ ہم ان کے جواب کے منتظر رہیں گے۔ ویسے ہمیں صرف ایک فیصد امید ہے کہ وہ اپنے ان تجربات اور مشاہدات کو بیان کریں گے جو اس تبدیلی کے محرک ہوئے کیونکہ ''اشراق'' کے مذکورہ مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے ان کی یادداشت کی ''ایک اور'' کمزوری واضح ہو جائے گی۔ یہاں یہ عرض کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ یہ نقطۂ نظر میں محض تبدیلی نہیں بلکہ یوٹرن (U-turn) ہے جس کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے: ع جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے سو وہ صاف دل سے بھلا دیا

جناب جاوید احمد غامدی ''جوابی بیانیے'' میں لکھتے ہیں کہ خلافت کوئی دینی اصطلاح نہیں ہے۔

خلافت دینی اصطلاح ہے یا نہیں' اس سلسلے میں ہم جاوید احمد غامدی صاحب کے ''جلیل القدر استاذ امام'' امین احسن اصلاحی اور اُن (غامدی صاحب) کے استاذ الاستاذ ''امام'' حمید الدین فراہی کی تحریریں پیش کرتے ہیں۔ ان علماء کا انتخاب ہم نے اس لیے کیا کہ خود غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''حالی غالب کے شاگرد تھے۔ ان کے مرثیے کا اختتام انہوں نے جن شعروں پر کیا ہے' انہیں لوگوں نے اُس زمانے میں حالی کے حسنِ عقیدت پر محمول کیا ہوگا۔ لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ غالب وہی تھا جسے حالی کی آنکھوں نے دیکھا۔ میں نے بھی بہت سے عالم دیکھے، بہتوں کو پڑھا اور بہتوں کو سنا ہے، لیکن امین احسن اور ان کے استاد حمید الدین فراہی کا معاملہ وہی ہے کہ:

غالبِ نکتہ داں سے کیا نسبت
خاک کو آسماں سے کیا نسبت

[مقامات، طبع دوم: ۱۳۰، ۱۳۱]

مولانا امین احسن اصلاحی سورہ آل عمران کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَلتکن مِّنکم امَّۃ یَدعُونَ اِلَی الخیرِ ویامُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَینھَونَ عَنِ المُنکرِ وَاُولئِکَ ھُمُ المُفلِحُونَ o وَلَا تَکُونُوا کَالَّذِینَ تَفَرَّقُوا وَاختَلَفُوا مِن بَعدِ مَا جَاءَ ھُمُ البَیِّنَاتُ وَاولئِکَ لَھُم عَذَاب عَظِیم۔[آل عمران: ۱۰۴،۱۰۵] ترجمہ: اور چاہیے کہ تم میں سے ایک گروہ ایسا ہو جو نیکی کی دعوت دے، معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو پراگندہ ہوگئے اور جنہوں نے اختلاف کیا بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح ہدایات آ چکی تھیں اور وہی ہیں جن کے لیے بڑا عذاب ہے۔

''خلافت'' کے قیام کا بنیادی مقصد:

یہ امت کو اس اہتمام و انتظام کی ہدایت فرمائی گئی ہے جو اعتصام بحبل اللہ پر قائم رہنے اور لوگوں کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے یہ ہدایت ہوئی کہ مسلمان اپنے اندر سے ایک گروہ کو اس کام پر مقرر کریں کہ وہ لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی دعوت دے، معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے۔ معروف و منکر سے مراد شریعت اور سوسائٹی دونوں کے معروفات و منکرات ہیں اور ان کے لیے امر و نہی کے جو الفاظ استعمال ہوئے ان کا غالب قرینہ یہی ہے کہ یہ کام مجرد وعظ و تلقین ہی سے نہیں انجام دینا ہے، بلکہ اختیار اور قوت سے اس کو نافذ کرنا ہے جو بغیر اس کے ممکن نہیں کہ یہ گروہ امت کی طرف سے سیاسی اقتدار و اختیار کا حامل ہو۔ اگر تنہا دعوت و تبلیغ ہی سے یہ کام لینا مدنظر ہوتا تو اس مطلب کو ادا کرنے کے لیے یدعون الی الخیر کے الفاظ کافی تھے یا مرون بالمعروف (الآیہ) کی ضرورت نہیں تھی۔ ہمارے نزدیک اس آیت سے اس امت کے اندر خلافت کے قیام کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی حکم کی تعمیل میں مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پہلا کام جو کیا وہ خلافت علیٰ منہاج النبوت کا قیام تھا۔

[تدبر قرآن: ۱۵۴/۲، ۱۵۵، فاران فاؤنڈیشن لاہور]

مولانا امین احسن اصلاحی اپنی ایک اور تالیف میں لکھتے ہیں:

''ریاست کا اسلامی تصور اس اصطلاح کے اندر چھپا ہوا ہے جو اسلام نے ریاست کی تعبیر کے لیے اختیار کی ہے۔ اسلامی لٹریچر پر نگاہ رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اسلام نے اپنے اصولوں پر قائم شدہ سیاسی تنظیم کے لیے ریاست، سلطنت یا حکومت کی اصطلاحیں نہیں اختیار کی ہیں بلکہ خلافت یا امارت یا امامت کی اصطلاحیں اختیار کی ہیں۔'' [اسلامی ریاست: ۸، شائع کردہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور]

غامدی صاحب اگر اس کتاب کے شروع کے صرف پندرہ صفحات ہی پڑھ لیں تو وہ ان کے لیے

چشم کشا ثابت ہوں گے اور خلافت کے دینی اصطلاح ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ان کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔

مولانا حمید الدین فراہی نے سورۂ والعصر کی تفسیر میں ایک عنوان قائم کیا ہے: ''لفظ و تواصوا سے خلافت کا وجوب''۔ اس سورۃ کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا نے سورۂ آل عمران کی حسب ذیل آیت کا حوالہ دیا ہے: کُنتم خَیرَ اُمَّةٍ اُخرِجَت لِلنّاسِ تَامُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنھَونَ عَنِ المُنکَرِ وَتُؤمِنُونَ بِاللّٰہ.

(ترجمہ) ''......تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لیے اٹھائے گئے ہو۔ تم نیکی کا حکم دو گے، برائی سے روکو گے، اللہ پر ایمان لاؤ گے۔'' [آل عمران: ۱۱۰]

[مولانا لکھتے ہیں]، اس آیت سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس امت کے اہم فرائض میں سے ہے، چنانچہ اس کے متعلق دوسری آیات بھی وارد ہیں۔ لیکن یہ امر واضح ہے کہ اس کی اصلی ذمہ داری، جیسا کہ ولتکن منکم امۃ سے متبادر ہوتا ہے، امت کے لیڈروں پر ہے۔ البتہ تواصی ایک فرضِ عام ہے جس میں تمام مسلمان برابر کے شریک ہیں۔ اس سے معاملے کی اصل حقیقت سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ عملِ صالح کریں، پھر ادائے حقوق کے معاملے میں ایک دوسرے کی مدد کریں، اور چونکہ ادائے حقوق بغیر خلافت و سیاست کے ناممکن ہے، اس لیے ضروری ہے کہ خلافت قائم کریں۔'' [مجموعہ تفاسیر فراہی: ۳۴۳، ۳۴۴، فاران فاؤنڈیشن، لاہور]

اب ہم ''جوابی بیانیے'' کے نکتہ نمبر چار (۴) پر اپنے معروضات پیش کرتے ہیں۔ غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''دنیا میں جو لوگ مسلمان ہیں اور اپنے مسلمان ہونے کا اقرار بلکہ اس پر اصرار کرتے ہیں، مگر کوئی ایسا عقیدہ یا عمل اختیار کر لیتے ہیں جسے کوئی عالم یا علما یا دوسرے تمام مسلمان صحیح نہیں سمجھتے، ان کے اس عقیدے یا عمل کو غلط قرار دیا جا سکتا ہے، اسے ضلالت اور گمراہی بھی کہا جا سکتا ہے، لیکن اس کے حاملین چونکہ قرآن و حدیث ہی سے استدلال کر رہے ہوتے ہیں، اس لیے انہیں غیر مسلم یا کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس طرح کے عقائد و اعمال کے بارے میں خدا کا فیصلہ کیا ہے، اس کے لیے قیامت کا انتظار کرنا چاہیے۔ دنیا میں ان کے حاملین اپنے اقرار کے مطابق مسلمان ہیں، مسلمان سمجھے جائیں گے، اور ان کے ساتھ تمام معاملات اسی طرح ہوں گے جس طرح مسلمانوں کی جماعت کے ایک فرد کے ساتھ کیے جاتے ہیں۔''

[ماہنامہ اشراق، فروری ۲۰۱۵ء، ص: ۲۲]

غامدی صاحب کے اس کلیّے کے مطابق جناب غلام احمد پرویز اور ان کے متبعین اور مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین (جنہیں احمدی یا قادیانی کہا جاتا ہے) کو غیر مسلم یا کافر قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یہ

دونوں گروہ اپنے مسلمان ہونے پر اصرار کرتے ہیں اور قرآن اور حدیث ہی سے استدلال کرتے ہیں۔ اگر چہ جناب غلام احمد پرویز کو منکرِ حدیث اور منکرِ سنت کہا جاتا ہے لیکن وہ بھی اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں بعض احادیث پیش کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ ایسا کرتے ہوئے وہ ان احادیث کو سیاق و سباق سے الگ کر دیتے ہیں۔ مثلاً درج ذیل حدیث:

عن أبی سعید الخدری، ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لا تکتبو عنی، ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه، وحدثوا عنی، ولا حرج. ''ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے کچھ نہ لکھو، اور جس نے مجھ سے قرآن کے سوا کچھ اور لکھا تو اس کو چاہیے کہ وہ اسے مٹا دے۔ اور مجھ سے روایت کرو، کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔'' [صحیح مسلم]

کا حوالہ دیتے وقت وہ صرف شروع کا حصہ یعنی ''ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے کچھ نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے سوا کچھ اور لکھا تو اس کو چاہیے کہ اسے مٹا دے'' بیان کرتے ہیں اور بقیہ حصہ ''اور مجھ سے روایت کرو کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں'' چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ اور اس طرح کی دوسری احادیث کا محل کیا ہے، اس سلسلے میں قارئین علما کی وہ کتابیں ملاحظہ فرمائیں جن میں حجیتِ حدیث سے بحث کی گئی ہے۔ بہر حال مندرجہ بالا حدیث کی جامع اور مختصر توضیح امام نووی نے اپنی شرح مسلم میں کی ہے۔

پرویز صاحب کے عقائد اور افکار کے بارے میں غامدی صاحب کے کلیّے یا ''جوابی بیانیے'' کے نکتہ نمبر چار (۴) کا اطلاق ان کے رفقا کس طرح کرتے ہیں اس سلسلے میں ماہنامہ اشراق، اکتوبر ۲۰۰۸ء کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ غامدی صاحب کے ادارے ''المورد'' کے رکن محمد رفیع مفتی کے بقول ادارے کے اسکالرز خطوط اور ای میلز کے ذریعے موصول شدہ دینی موضوعات پر جن سوالوں کے جواب دیتے ہیں ان میں منتخب سوالات و جوابات کو افادۂ عام کے لیے **یسئلون** کے عنوان کے تحت ''اشراق'' میں شائع کیا جاتا ہے۔ اب ''قرآن فہمی کے متعلق اختلافِ رائے'' کے زیرِ عنوان مندرجہ ذیل سوال اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

سوال: جاوید احمد صاحب غامدی علامہ پرویز صاحب کی قرآن فہمی سے کس حد تک متفق ہیں؟ علمائے کرام نے پرویز صاحب پر کفر کے بہت فتوے لگائے، غامدی صاحب کی پرویز صاحب کے بارے میں کیا رائے ہے، کیا وہ صحیح تھے یا غلط؟ (صفدر اقبال)

جواب: معاملہ یہ ہے کہ غامدی صاحب اور پرویز صاحب کی قرآن فہمی میں کوئی اتفاق نہیں ہے۔

ان دونوں حضرات کے قرآن فہمی کے اصولوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ غامدی صاحب نے اپنے قرآن فہمی کے اصولوں کو اپنی کتاب ''اصول ومبادی'' میں ''مبادی تدبر قرآن'' کے عنوان کے تحت تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے، انہیں آپ وہاں دیکھ سکتے ہیں، اور پرویز صاحب نے اپنی تفسیر ''مفہوم القرآن'' کی ابتدا میں اپنے اصولوں کو بیان کیا ہے۔ ان دونوں حضرات کے اصولوں میں پائے جانے والے ایک بنیادی فرق کو میں یہاں بیان کر دیتا ہوں۔

غامدی صاحب کے نزدیک قرآن فہمی کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کے الفاظ کے وہی معنی لیے جائیں جو نزولِ قرآن کے زمانے میں عربوں میں مستعمل تھے۔ جبکہ پرویز صاحب کے نزدیک کسی لفظ کے معنی اس کے مادے (root) سے طے کیے جائیں گے۔

تفصیل کے لیے آپ ان دونوں حضرات کی قرآن فہمی سے متعلق کتب کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

ہمارے نزدیک کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا درست نہیں۔ ہم دوسرے کی آرا سے اختلاف کر سکتے ہیں، ان کے خیالات کو غلط قرار دے سکتے ہیں، لیکن کسی کو کافر کہنے کا حق ہمیں حاصل نہیں۔ ہمارے نزدیک دین کے معاملے میں پرویز صاحب کی کئی آرا یکسر غلط تھیں۔ [اشراق، اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص: ۶۷]

جواب کی آخری تین سطور خصوصی توجہ کی مستحق ہیں جن میں کہا گیا ہے ''ہمارے نزدیک کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا درست نہیں۔ ہم دوسرے کی آرا سے اختلاف کر سکتے ہیں، اس کے خیالات کو غلط قرار دے سکتے ہیں، لیکن کسی کو کافر کہنے کا حق ہمیں حاصل نہیں۔''

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مسئلہ تکفیر اور پرویز صاحب کی تکفیر کے فتوے کے بارے میں امام امین احسن اصلاحی کے نقطۂ نظر سے بھی آگاہی حاصل کی جائے۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے اوائل میں پاکستان کے تقریباً ایک ہزار علما نے جناب غلام احمد پرویز کو اُن کے عقائد کی بنا پر کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا تھا۔ ان علما کا تعلق دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث اور شیعہ مکاتب فکر سے تھا۔ فتوے کی اشاعت کے بعد مولانا امین احسن اصلاحی کو پرویز صاحب کے ایک سرگرم حامی کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس میں بقول مولانا پہلے تو اُن علما پر بڑی لے دے کی گئی تھی جنھوں نے پرویز صاحب پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا، پھر مولانا سے پُرزور مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ پوری ایمان داری کے ساتھ اس فتوے پر اپنی رائے ظاہر کریں۔ اس خط کے علاوہ مولانا کو ''کافرگری'' کے عنوان سے خود پرویز صاحب کی طرف سے بھی ایک پمفلٹ موصول ہوا۔ اس تناظر میں مولانا اصلاحی ماہنامہ ''میثاق'' لاہور (مئی ۱۹۶۲ء) کے اداریے میں لکھتے ہیں:

''[پرویز صاحب اور ان کے حامی] یہ مؤقف اختیار نہ کریں کہ علما کو کسی پر کفر کا فتویٰ لگانے کا حق

نہیں ہے۔ اس امر میں تو کوئی شبہ نہیں کہ اسلامی نظام میں کسی کے کفر وارتداد پر اس کو سزا دینا حکومت کا کام ہے، لیکن یہ بتانا کہ کیا چیز کفر ہے اور کیا چیز اسلام ہے، ہر حال میں علما ہی کی ذمہ داری ہے۔ یہ ذمہ داری ان پر اللہ۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ڈالی گئی ہے۔ اگر وہ اس کو ادا نہ کریں گے تو اس کے لیے وہ عنداللہ ذمہ دار ٹھیریں گے۔ یہ ذمہ داری یوں تو ان پر ہمیشہ رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی، لیکن خاص طور پر اس زمانے میں تو اس کے تنہا حامل وہی ہیں، اس لیے کہ اس دور میں مسلمان حکومتوں کو لوگوں کے کفر وایمان کے معاملے سے کوئی تعلق باقی ہی نہیں رہ گیا ہے۔ وہ یا تو سیکولرزم کے پردے میں غیر جانبدار بن کر بیٹھ گئی ہیں یا پھر مغربیت کے زیر اثر آزادی و بے قیدی کی سرپرستی کر رہی ہیں۔ ایسی صورت میں اگر علما بھی لوگوں کی ہدایت وضلالت کے معاملے سے بالکل بے تعلق ہو کر بیٹھ جائیں تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا نکلے گا کہ نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت شیطان اور اس کی ذریات کی صرف ایک چراگاہ بن کر رہ جائے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ اس فتوے کے جواب میں تاویل بازی اور مغالطہ انگیزی کی جو روش اختیار کی گئی ہے یہ بالکل غلط ہے۔ علما نے جو فتویٰ دیا ہے وہ پرویز صاحب کی کسی مبہم عبارت یا کسی معلّق تحریر یا مجمل قول پر مبنی نہیں ہے کہ اس کی توضیح وتشریح کی ضرورت پیش آئے۔ یہ فتویٰ پرویز صاحب کے ایسے عقائد و نظریات پر مبنی ہے جن کو وہ ایک مدت دراز سے بیان کر رہے ہیں۔

پرویز صاحب نے مختلف گروہوں کے علما کے ایک دوسرے کے خلاف فتووں کا جو ریکارڈ شائع کیا ہے، یہ بھی ان کے حق میں کچھ سودمند نہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ مختلف مسلکوں کے غالی مولویوں نے گروہی تعصّبات ونزاعات کے جوش میں ایک دوسرے کے خلاف فتوے دے ڈالے ہیں، لیکن اس سے اُس فتوے کی اہمیت ذرا کم نہیں ہوتی جو انہوں نے پرویز صاحب کے خلاف دیا ہے۔ کچھ بریلویوں کا دیوبندیوں کے خلاف یا کچھ دیوبندیوں کا بریلویوں کے خلاف کوئی فتوے دے دینا الگ چیز ہے اور کم وبیش ایک ہزار علما کا جن میں مسلمانوں کے ہر مسلکِ فقہی وکلامی کے علما شامل ہیں، پرویز صاحب کے کفر پر اجماع کر لینا ایک مختلف چیز ہے۔ اس قسم کا اجماع قادیانیوں کے سوا کسی کے کفر پر بھی اس ملک میں نہیں ہوا ہے۔

آخر میں ہم یہ بات بھی واضح کیے دیتے ہیں کہ پاک وہند کے جن علما کے اس فتوے پر دستخط ثبت نہیں ہیں، ان کو اس فتوے سے الگ خیال کرنا محض ایک مغالطہ ہے۔ اگر کچھ لوگوں نے اس پر دستخط نہیں کیے ہیں تو اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ فتووں پر دستخط کرنا ان کے رجحانِ طبیعت اور ذوق کے خلاف ہے، یا یہ ہے کہ اس دور میں اس چیز کو وہ کچھ زیادہ مفید نہیں پا رہے ہیں۔ میرے جیسے لوگوں کے لیے یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ فتوے لکھنا یا اس پر دستخط کرنا میں نے اپنے منصب سے ہمیشہ ایک اونچی چیز سمجھا ہے، لیکن یہ بات کہنے میں مجھے ذرا

حجاب نہیں کہ پرویز صاحب کے خیالات وعقائد کو میں نے ہمیشہ کفر وضلالت سمجھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے کہ وہ زندگی کا صحیح رخ اختیار کریں اور دین سے ناواقفوں کے لیے فتنہ نہ بنیں۔'' [ص: ۵، ۶، ۹]

اب ہم ''جوابی بیانیے'' کے نکتہ نمبر چار (۴) کی طرف دوبارہ رجوع کرتے ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا گیا غامدی صاحب ''بیانیے'' میں یہ کہتے ہیں کہ ''دنیا میں جو لوگ مسلمان ہیں، اپنے مسلمان ہونے کا اقرار بلکہ اس پر اصرار کرتے ہیں، مگر کوئی ایسا عقیدہ یا عمل اختیار کر لیتے ہیں جسے کوئی عالم یا علما یا دوسرے تمام مسلمان صحیح نہیں سمجھتے، ان کے اس عقیدے یا عمل کو غلط قرار دیا جا سکتا ہے، اسے ضلالت اور گمراہی بھی کہا جا سکتا ہے، لیکن چونکہ اس کے حاملین قرآن وحدیث ہی سے استدلال کر رہے ہوتے ہیں اس لیے انہیں غیر مسلم یا کافر قرار نہیں دیا جا سکتا''۔ ہمارا معروضہ یہ ہے کہ اس استدلال کی رو سے احمدیوں یا قادیانیوں کو بھی غیر مسلم یا کافر قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ وہ بھی اپنے مسلمان ہونے کا اقرار، بلکہ اس پر اصرار کرتے ہیں اور قرآن وحدیث سے ہی اپنے مؤقف کے حق میں دلائل دیتے ہیں۔ بانی تحریکِ احمدیت مرزا غلام احمد قادیانی قرآن مجید کی آیہ خاتم النبیین کی ایسی تعبیر کرتے ہیں جس سے اجرائے نبوت ثابت ہوتی ہے، جب کہ عام مسلمان اجرائے نبوت کو کفر سمجھتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے پیش نظر پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ایک آئینی ترمیم کے ذریعے مرزا صاحب کے متبعین کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اب غامدی صاحب کے ''جوابی بیانیے'' نے ایک نئی بحث کا دروازہ کھول دیا ہے۔ لبرل اور سیکولر حلقے اور بائیں بازو کے بعض رہنما اور دانشور مثلاً نیشنل عوامی پارٹی کے سابق سیکرٹری جنرل قسور گردیزی، پارٹی کے ایک رہنما شیر محمد مری المعروف جنرل شیروف، پاکستان ورکرز پارٹی کے رہنما عابد حسن منٹو، پاکستان ہیومن رائٹس کمیشن کے ڈائریکٹر ورکشاپ جناب حسین نقی، معروف ادیبہ اور کالم نگار محترمہ زاہدہ حنا پہلے ہی ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم یا ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس پر نکتہ چینی کر چکے ہیں، اب غامدی صاحب کے ''بیانیے'' کی بنیاد پر اس آئینی ترمیم کو چیلنج کیا جا سکتا ہے۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کو چیلنج کرنے کی راہ جناب جاوید غامدی غیر شعوری طور پر پہلے ہی ہموار کر چکے ہیں۔ ہم نے ''غیر شعوری'' اس لیے کہا کہ ہمیں ان کی نیت پر کوئی شبہ نہیں ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ان کی ویب سائٹ **www.javedahmadghamidi.com** پر ان کے ایک لیکچر کی وڈیو بعنوان **Ghamidi on Ahmadiyya Prophethood claim** موجود ہے جس میں انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت اور تحریکِ احمدیت پر گفتگو کی ہے۔ ہم نے جب اس لیکچر کو **transcribe** کرنے کا ارادہ کیا تو ایک دشواری پیش آئی کہ لیکچر کے دوران جب

کوئی سامع سوال کرتا تھا تو غامدی صاحب اسی وقت اس کا جواب دیتے تھے۔ اتفاق سے سوالات انتہائی low volume میں ریکارڈ ہوئے ہیں اور تقریباً نا قابلِ فہم ہیں۔ اس طرح لیکچر کا ربط متاثر ہوتا ہے۔ ہم نے غامدی صاحب کے چند لیکچرز میں شرکت کی ہے، ان کے آڈیو کیسٹس بھی سنے ہیں، ایک کیسٹ کو transcribe بھی کیا ہے۔ وڈیو کیسٹس بھی دیکھے ہیں۔ ان لیکچرز میں جو روانی ہے ہمیں اس وڈیو میں مفقود نظر آئی۔ اس میں جملوں کی ساخت اور الفاظ کی تقدیم اور تاخیر میں الجھاؤ ہے۔ ان وجوہات کے پیش نظر مناسب معلوم ہوا کہ اس لیکچر کا خلاصہ پیش کر دیا جائے۔ یہ خلاصہ درج ذیل ہے:

جاوید غامدی صاحب نے کہا: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بنیادی طور پر صوفی تھے۔ تصوف سے ان کا اشتغال تھا۔ آپ ان کی ابتدائی زندگی پڑھیں تو اوراد، وظائف اور چلّے نظر آئیں گے۔ انہی چیزوں کو وہ بیان کرتے ہیں اور لکھتے بھی ہیں۔ آہستہ آہستہ انہوں نے پھر یہ کہا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ پھر انہوں نے کہا میرا مطلب اصطلاحی نبوت نہیں ہے۔ میں تشریعی نبی نہیں ہوں۔ میں بروزی نبی ہوں، میں ظلی نبی ہوں۔ بروزی کا مطلب یہ ہے کہ بس جیسے مجھ پر نبوت کا ایک سایہ پڑ رہا ہے، یا نبوت کا ایک پرتو میرے اندر آ گیا ہے۔ اس طرح کی بہت سی باتیں انہوں نے فرمائیں اور پھر آہستہ آہستہ انہوں نے دبے دبے الفاظ میں ایسی باتیں بھی کہیں جن سے یہ معلوم ہوا کہ وہ اس زمانے کے نبی بنا دیے گئے ہیں۔ لیکن میں آپ سے عرض کروں کہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی جو تحریریں ہیں، جتنی بھی ہیں، ان میں بالصراحت نبوت کے دعوے کی کوئی تحریر نہیں ہے۔ آپ ان کی تصانیف جو روحانی خزائن کے نام سے مختلف جلدوں میں چھپی ہیں، پڑھیں تو معلوم ہوگا ایسی ہی باتیں ہیں۔ یعنی انہوں نے اس بات کے بہت دلائل دیے ہیں کہ نبوت کا مطلب یہ ہے اور الہام جاری رہنا چاہیے، وحی جاری رہنی چاہیے۔ یہ خدا کی نعمت ہے، اس سے محروم کیسے ہو گئے، بنی اسرائیل میں سب لوگوں کو ہوتا تھا۔ محمد رسول اللہ کی امت کیوں محروم کر دی گئی۔ اس طرح کے عقلی دلائل انہوں نے دیے۔ پھر الہام، وحی یعنی خدا سے رابطہ، اس کو انہوں نے اسی طرح کی تعبیروں میں بیان کیا جو تمام صوفیانہ تعبیرات ہیں، اور زندگی بھر کرتے رہے۔ اور پھر کسی موقع پر نبی کا لفظ استعمال کیا، تو انہوں نے کہا میرا مطلب یہ ہے، یا میری مراد یہ ہے۔ ختم نبوت کے بارے میں بھی انہوں نے کہا کہ میں اس کا قائل ہوں، لیکن میرا مطلب یہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت سے مراد یہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد دو گروہ ہو گئے اور ان کے جو قدیم ترین صحابہ تھے، ان کی اصطلاح کے مطابق، انہوں نے تو یہ کہا کہ ایسا نہیں تھا۔ وہ مجدد تھے۔ یہ جو لاہوری جماعت ہے وہ اسی تعبیر پر وجود میں آئی۔ مرزا بشیر الدین صاحب محمودؔ جو ان کے فرزند تھے انہوں نے اصل میں اس کو زیادہ صریح کیا اور کہا کہ نہیں وہ

با قاعدہ......ورنہ معاملہ ٹھیک ہو جاتا، اتنا ہی رہتا جتنا صوفیوں کا ہے۔ انہوں نے اس کو پھر اس منتہائے کمال تک پہنچا دیا۔ جہاں پہ توضیح کی ضرورت نہ رہی۔ پھر وہ [مرزا صاحب] تو اپنی ہی نبوت کی بات کرتے تھے۔ بعد میں جب بحث بحثی ہوئی، مناظرے ہوئے تو پھر یہ ہوا کہ نہیں نبوت کا دروازہ چوپٹ کھلا ہوا ہے۔ کل اور بھی آ جائیں گے۔ یعنی معاملہ پھر ذرا مزید آگے بڑھ گیا۔ ان کے جو ابتدائی لوگ ہیں، یہ جو لاہوری جماعت کے جتنے لوگ ہیں وہ ان کے بڑے اکابر ہیں، معمولی لوگ نہیں ہیں۔ جہاں تک ان کے پہلے خلیفہ حکیم نورالدین صاحب کا تعلق ہے تو ان کے معاملے میں تو کوئی زیادہ اختلاف نہیں پیدا ہوا۔ لیکن ان کے بعد جب خلافت کا معاملہ ہوا تو یہ ساری بحث سامنے آئی۔ حکیم نورالدین صاحب کے زمانے میں بھی صورت حال یہ نہیں تھی، اس طرح کی یعنی صورت حال ایسی تھی جیسی میں نے آپ کو سنائی ہے اور زیادہ سے زیادہ بات جو وہ کہتے تھے وہ اسی طرح کی بات تھی جیسے ابن عربی نے کہہ دی۔ نوٹ: احتیاط کے پیش نظر اس تلخیص میں غامدی صاحب کے اکثر اصل جملے شامل کیے گئے ہیں۔

جاوید غامدی صاحب کے لیکچر کی اس تلخیص سے مندرجہ ذیل تین نکات اخذ ہوتے ہیں:

۱)۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریروں میں بالصراحت نبوت کے دعوے کی کوئی تحریر نہیں ہے۔

۲)۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پہلے خلیفہ حکیم نورالدین، مرزا صاحب کو اصطلاحی نبی نہیں سمجھتے تھے۔

۳)۔ احمدیوں کا لاہوری فریق (مولوی محمد علی لاہوری گروپ) شروع سے مرزا صاحب کو مجدد سمجھتا رہا ہے۔

بہر حال غامدی صاحب نے یہ بھی کہا کہ مرزا صاحب کے دعاوی اور تعبیرات میں اور صوفیہ کے دعاوی اور تعبیرات میں مماثلت ہے۔ تصوف ہمارا موضوع نہیں ہے۔ اہلِ تصوف مناسب سمجھیں گے تو اس کا جواب دیں گے۔ اس لیے ہماری گفتگو مندرجہ بالا تین نکات تک محدود رہے گی۔

۱)......مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ نبوت:

غامدی صاحب کا ارشاد ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریروں میں بالصراحت نبوت کے دعوے کی کوئی تحریر نہیں ہے۔ صریح تحریریں پیش کرنے سے قبل ہم قارئین سے یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ پروفیسر الیاس برنی مؤلف ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' کے بقول مرزا غلام احمد قادیانی، حکیم نورالدین اور دوسرے قادیانی اساطین کی کتابوں میں اس درجہ تکرار، تضاد، ابہام اور التباس ہے کہ اکثر مباحث بھول بھلیاں نظر آتے ہیں۔ اس تضاد اور التباس کے پیش نظر ممتاز ادیب اور صحافی شورش کاشمیری نے مرزا صاحب اور دوسرے قادیانی رہنماؤں کی تحریروں اور تعبیروں کو دوشیزہ کی کہہ مکرنیاں قرار دیا ہے۔ ہماری رائے میں ان تحریروں اور تعبیروں پر یہ مصرع پوری طرح صادق آتا ہے:

ع جنابِ شیخ کا نقشِ قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

اگر جنابِ شیخ کا کُھرا اٹھایا جائے تو اِن شاء اللہ قارئین صریح تحریروں تک پہنچ جائیں گے۔ دراصل مرزا صاحب نبوت کی طرف ایک قدم بڑھاتے تھے اور جب مسلمانوں کی طرف سے مخالفت ہوتی تھی تو اسے پیچھے ہٹا لیتے تھے جیسا کہ مولوی عبدالحکیم سے ایک معاہدے مورخہ ۳ر فروری ۱۸۹۲ء میں جو ''تبلیغ رسالت'' حصہ دوم ص ۹۵ر میں چھپا ہے، مرزا صاحب تمام مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے رسائل ''فتح اسلام''، ''توضیح المرام'' اور ''ازالۂ اوہام'' میں لکھا ہے کہ محدث ایک مفہوم میں نبی ہوتا ہے۔ اگر مسلمان بھائی ان لفظوں سے ناراض ہیں تو وہ بجائے لفظ 'نبی' کے 'محدث' کا لفظ ہر جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔ واضح رہے کہ یہ ۱۸۹۲ء کی تحریر ہے۔ جوں جوں مرزا صاحب کے معتقدین میں اضافہ ہوتا گیا، حصولِ نبوت کے جذبے میں جان پڑتی گئی۔ یہاں تک کہ ۱۹۰۱ء میں ایک ٹریکٹ ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں نبوت کا اعلان کردیا۔ ''ایک غلطی کا ازالہ'' سے اقتباس ہم بعد میں پیش کریں گے، یہاں عرض یہ کرنا ہے کہ مرزا صاحب ماموریمن اللہ، مجدد، محدث، مسیح موعود اور مہدی کے مراتب سے ''ترقی'' کرتے ہوئے بتدریج نبوت کے منصب تک پہنچے۔ اس لیے ان کے ابتدائی دور کے دعووں کو نظرانداز کرتے ہوئے آخری دور کے دعووں پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔

اب ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ان چند تحریروں کو پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو لغوی معنی میں نبی (یعنی پیشین گوئیاں کرنے والا) قرار نہیں دیتے بلکہ اللہ کا بنایا ہوا نبی قرار دیتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے انہیں نبی کے نام سے پکارا اور ان کا نام نبی رکھا۔

۱......مرزا صاحب کا آخری عقیدہ جس پر ان کا خاتمہ ہوا، یہی تھا کہ وہ نبی ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنے آخری خط میں جو ٹھیک ان کے انتقال کے دن اخبارِ عام میں شائع ہوا، واضح الفاظ میں لکھا کہ:

''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا، اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں؟ میں اس پر قائم ہوں اُس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔'' اخبار عام، ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء، منقول از حقیقۃ النبوۃ از مرزا محمود: ۲۷۱، ومباحثہ راولپنڈی: ۱۳۶)

یہ خط ۲۳ر مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا گیا اور ۲۶ر مئی کو اخبارِ عام میں شائع ہوا اور ٹھیک اسی دن مرزا صاحب کا انتقال ہوگیا۔

واضح رہے کہ مباحثہ راولپنڈی جماعت احمدیہ راولپنڈی اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی

(لاہوری گروپ) میں تحریری طور پر ہوا تھا۔ بنیادی موضوعات دو تھے، اولاً ''کیا مرزا صاحب نبی تھے''، ثانیاً ''کیا مرزا صاحب نے اپنے نہ ماننے والوں کی تکفیر کی''۔ فریقین کے پرچے ''مباحثۂ راولپنڈی'' کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع کیے گئے۔ اس کتاب کے مستند ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ یہ دونوں جماعتوں کے مشترکہ اخراجات سے شائع ہوئی۔

۲......مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

''چند روز ہوئے ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے، حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس میں سے ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صد ہا بار، پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے!'' (ایک غلطی کا ازالہ:۳، روحانی خزائن:۲۰۶/۱۸)

۳......مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

''تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ، بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے، گو ستر برس تک رہے، قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔'' (دافع البلا:۱۴، روحانی خزائن:۱۵۴)

۴......مرزا قادیانی صاحب ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امورِ غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں، کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔'' [حقیقۃ الوحی:۳۹۱]

مرزا صاحب کا تشریعی نبوت کا دعویٰ:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے صریح دعویٰ نبوت کے چار حوالے پیش کیے جا چکے ہیں۔ ان کی اس قسم کی بیسیوں تحریریں موجود ہیں جن کو نقل کرنے کی فی الحال ضرورت نہیں ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے ترقی پذیر (developing) دعووں کے ایک مرحلے میں تشریعی نبی یا صاحبِ شریعت ہونے کا اعلان بھی کر دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

''ماسوااس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں، کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام قل للمومنين يغضو من ابصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك ازكى لهم یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں نہی بھی۔ اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان هذا لفي الصحف الاولى صحف ابراهيم و موسى ۔ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے۔'' (اربعین ۴۔ طبع چہارم، مطبوعہ چناب نگر (ربوہ) روحانی خزائن: ۱۷/۴۳۵، ۴۳۶)

مذکورہ بالا عبارت میں مرزا صاحب نے واضح الفاظ میں اپنی وحی کو تشریعی وحی قرار دیا ہے۔ عربی اور اردو کے صاحبِ طرز ادیب اور نامور عالمِ دین مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''بعض اہم قطعی ومتواتر احکام شریعت کو پوری صراحت وقوت کے ساتھ منسوخ وکالعدم کردینا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ [مرزا صاحب] اپنے کو ایسا صاحبِ شریعت اور صاحبِ امر ونہی نبی سمجھتے تھے جو قرآنی شریعت کو منسوخ کرسکتا ہے، چنانچہ جہاد جیسے منصوص قرآنی حکم کو جس پر امت کا تعامل اور تواتر ہے اور جس کے متعلق صریح حدیث ہے ''الجهاد ماضٍ الىٰ يوم القيامة'' کی ممانعت کرنا اور اس کو منسوخ قرار دینا اس کا روشن ثبوت ہے۔ جہاد کی منسوخی وممانعت کے سلسلے میں یہاں ان کی صرف ایک کتاب کا اقتباس کافی ہوگا۔ وہ ''تریاق القلوب'' (صفحہ نمبر ۱۵) میں لکھتے ہیں:

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنتِ انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعتِ جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہوجائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہوجائیں۔''

تنسیخِ جہاد کے اعلان کے علاوہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعویٰ کیا کہ ''خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا ہے جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔'' (دافع البلاء: ۱۳، روحانی خزائن: ۱۸/۲۳۳)

ہمارا معروضہ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام تشریعی نبی تھے اور جو شخص آپ سے ''تمام شان میں'' یعنی ہر اعتبار سے بڑھ کر ہو تو وہ تشریعی نبی کیوں نہیں ہوگا؟

عقل عام اور مذاہبِ عالم کی تاریخ کے مطابق جب بھی کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو حق و باطل کی بحث سے قطع نظر، اس کے دعوے کو درست تسلیم کرنے والے اور انکار کرنے والے دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں، اور دعویٰ نبوت کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جو لوگ اس جدید نبوت پر ایمان نہیں لاتے ان کی تکفیر کی جائے۔ چنانچہ مرزا صاحب اپنے دعوے کے منکر کی تکفیر کرتے ہیں۔ بہر حال مرزا صاحب کی بعض ایسی تحریریں بھی پیش کی جاتی ہیں جن میں انہوں نے فرمایا ''میرے دعوے کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوسکتا''۔ یہ اسی قسم کا تضاد اور التباس ہے جو ان کی تحریروں کا خاصہ ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب حقیقت الوحی (ص ۱۴۸ تا ۱۵۰) میں خود تسلیم کیا ہے کہ ''براہین احمدیہ'' میں انہوں نے لکھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا، اور اس کے بارہ سال کے بعد ''ازالۂ اوہام'' میں لکھا ''آنے والا مسیح میں ہوں۔''

مرزا صاحب اپنے دعوے کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود کو صرف لغوی یا مجازی معنوں میں نبی نہیں کہتے بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کا منکر مسلمان نہیں ہے۔ اس سلسلے میں سر دست مرزا صاحب کی صرف دو تحریریں پیش کی جاتی ہیں:

۱......مرزا صاحب اپنے مکتوب مورخہ مارچ ۱۹۰۶ء بنام ڈاکٹر عبد الحکیم میں لکھتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، مسلمان نہیں ہے۔'' (تذکرہ ایڈیشن چہارم: ۵۱۹)

۲......مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''کفر دو قسم پر ہے۔ (اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے، کافر ہے، اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں، کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا وہ بموجب نصوصِ صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔'' [حقیقۃ الوحی: ۱۷۹، ۱۸۰]

۲)......مرزا صاحب کی نبوت اور حکیم نورالدین صاحب:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پہلے خلیفہ حکیم نورالدین صاحب انتہائی ذہین شخص تھے۔ انہوں نے اپنے دورِ خلافت (۱۹۰۸ء تا ۱۹۱۴ء) میں مسلمانوں سے تعاون بڑھانے کے لیے اعتدال پسندانہ روش اختیار کی۔ انہوں نے مصلحتاً مرزا صاحب کی نبوت اور ان کے دعووں پر ایمان نہ لانے والوں کی تکفیر پر زور نہیں دیا۔ اس طرح انہوں نے احمدیوں اور عام مسلمانوں کے درمیان نفرتوں کی وہ خلیج پاٹنے کی کوشش کی جو مرزا صاحب کے الہامات، پیش گوئیوں اور اشتعال انگیز تحریروں نے پیدا کر دی تھی۔ بہر حال ان کے اصل عقائد کے سلسلے میں ان کی دو تحریریں پیش کی جاتی ہیں:

(۱)......حکیم نورالدین صاحب لکھتے ہیں:

''ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہو سکتا اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں، عام ہے، خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے، ہندوستان میں ہو یا کسی اور ملک میں، کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے۔ ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں، بتاؤ کہ یہ اختلافِ فروعی کیونکر ہوا۔'' (مجموعہ فتاویٰ احمدیہ: ۱/۲۷۵، بحوالہ اخبار الحکم: ۱۵/ 8 مورخہ ۷/ مارچ ۱۹۱۱ء)

(۲)......نیز حکیم صاحب ایک اور موقع پر لکھتے ہیں:

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر یہود و نصاریٰ اللہ کو مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے رسولوں، کتابوں، فرشتوں کو مانتے ہیں۔ کیا اس انکار پر کافر ہیں یا نہیں؟ کافر ہیں۔ اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں؟ اگر اسرائیلی مسیح موسیٰ کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع ایسا ہے کہ اس کا منکر کافر ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع کیوں ایسا نہیں کہ اس کا منکر بھی کافر ہو۔ اگر وہ مسیحا ایسا تھا کہ اس کا منکر کافر ہے تو یہ مسیح بھی کسی طرح کم نہیں۔'' [مجموعہ فتاویٰ احمدیہ: ۱/۳۸۵]

۳)......مرزا صاحب کی نبوت اور جماعتِ احمدیہ لاہور:

جاوید غامدی صاحب نے اپنے لیکچر میں فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے قدیم ترین رفقا نے کہا کہ مرزا صاحب مجدد تھے اور لاہوری جماعت اسی تعبیر پر وجود میں آئی۔ غالبًا تاریخِ احمدیت غامدی صاحب کا موضوع نہیں ہے، اس لیے انہوں نے یہ ارشاد فرمایا۔ مرزا صاحب نے ۲۳/ مارچ ۱۸۸۹ء کو بیعت لینے کا آغاز کیا تو سب سے پہلے حکیم نورالدین صاحب نے بیعت کی۔ اُس وقت جماعت احمدیہ لاہور کے بانی امیر مولوی محمد علی صاحب لاہوری (۱۸۷۴۔۱۹۵۱) انٹرنس کے طالب علم تھے۔ ۱۸۹۰ء میں انٹرنس پاس کرنے کے بعد جب مولوی محمد علی صاحب گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے تو اپنے ایک سابق ہم

جماعت منشی عبدالعزیز کے ذریعے انہیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوے کا علم ہوا اور انہی کے ذریعے کتاب ''ازالۂ اوہام'' ان کو ملی، جس کو پڑھنے کے بعد وہ مرزا صاحب کی صداقت کے قائل ہو گئے۔ اسی طرح مولوی عبدالکریم سیالکوٹی مرزا صاحب سے اُس وقت سے متعارف تھے جب ثانی الذکر سیالکوٹ کی کچہری میں اہلمند تھے۔ انہوں نے بھی جلد ہی بیعت کر لی۔ وہ جامع مسجد مبارک قادیان کے امام اور خطیب تھے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے تھے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب کی موجودگی میں ایک خطبہ جمعہ پڑھا جس میں مرزا صاحب کے لیے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کیے...... جب جمعہ ہو چکا اور مرزا صاحب جانے لگے تو مولوی صاحب نے پیچھے سے مرزا صاحب کا کپڑا پکڑ لیا اور درخواست کی کہ اگر میرے اس اعتقاد میں غلطی ہو تو حضور درست فرمائیں۔ مرزا صاحب مڑ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: مولوی صاحب! ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں ''قادیانیت: مطالعہ وجائزہ'': ۷۵)

اسی طرح کی کیفیت مفتی محمد صادق، سابق ایڈیٹر اخبار ''بدر'' قادیان کی ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر جماعت احمدیہ لاہور کے رہنماؤں کو کس طرح مرزا صاحب کے قدیم ترین رفقا کہا جا سکتا ہے! یاد رہے کہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے دستِ راست خواجہ کمال الدین صاحب (۱۸۷۰ء۔۱۹۳۲ء) نے ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب کی بیعت کی۔ خود محمد علی صاحب لاہوری اگرچہ ۱۸۹۰ء میں مرزا صاحب کی صداقت کے قائل ہو چکے تھے لیکن انہوں نے مرزا صاحب کی بیعت ۱۸۹۷ء میں کی۔ مرزا صاحب کے قدیم ترین رفقا حکیم نورالدین، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی، مفتی محمد صادق وغیرہ کی تحریریں ریکارڈ پر ہیں۔ وہ بالصراحت مرزا صاحب کو نبی قرار دیتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ضرورت ہے کہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری اور جماعت احمدیہ لاہور مرزا صاحب کو صرف مجدد نہیں مانتے بلکہ انہیں مسیح موعود بھی مانتے ہیں اور اس نکتے پر احمدیت کی دونوں شاخوں کا اتفاق ہو جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں ان کے حکم پر ایک رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' قادیان سے جاری کیا گیا اور ان کی ایما پر مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو اس کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ یہ ذولسانی مجلّہ تھا۔ مولوی صاحب برسوں اس کے ایڈیٹر رہے۔ انہوں نے اپنے بیسیوں مضامین میں مرزا صاحب کے لیے نبی اور رسول کا لفظ استعمال کیا اور اشارتاً بھی نہیں لکھا کہ وہ ان الفاظ کو استعارے کے طور پر یا مجازی مفہوم میں استعمال کر رہے ہیں۔ ایسے مضامین کے اقتباسات ہم آگے چل کر پیش کریں گے۔ پہلے عدالت میں مولوی

محمد علی صاحب لاہوری کا ایک بیانِ حلفی ملاحظہ فرمائیے:

۱۳ رمئی ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں مولوی محمد علی صاحب نے ایک بیان حلفی دیا جس کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ جو شخص مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تکذیب کرے وہ کذاب ہوتا ہے۔ اگر مرزا صاحب نے کذاب لکھا تو ٹھیک کہا۔ مولوی صاحب اس بیان میں لکھتے ہیں:

''مکذب مدعیٔ نبوت کذاب ہوتا ہے، مرزا صاحب ملزم مدعیٔ نبوت ہے، اس کے مرید اس کو دعوے میں سچا، دشمن جھوٹا سمجھتے ہیں۔'' (ماہنامہ فرقان قادیان: ۱/۱ جنوری ۱۹۴۲ء، ص: ۱۵، مباحثہ راولپنڈی: ۲۷۲)

مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے احمدیہ بلڈنگز میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''مخالف کوئی معنی کرے مگر ہم تو اسی پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے، صدیق بنا سکتا ہے اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے مگر چاہیے مانگنے والا...... ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) وہ صادق تھا، خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔'' (''الحکم'' ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء، بحوالہ ماہنامہ فرقان قادیان، جنوری ۱۹۴۲ء: ۱/۱، ص: ۱۱)

مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی تبلیغی تُرک تازیوں کا دائرہ انتہائی وسیع ہے۔ دیکھیے وہ اپنے ایک مضمون میں ہندوؤں سے مرزا صاحب کا تعارف کس طرح کراتے ہیں:

''ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جلد وہ زمانہ آئے کہ ہمارے ہندو بھائیوں کے دلوں سے پردے اٹھ جائیں اور ان کو اپنی مذہبی غلطیوں پر بصیرت اور معرفت حاصل ہو جائے اور ان کے سینے اس سچائی کو قبول کرنے کے لیے کھل جائیں جو دینِ اسلام تعلیم دیتا ہے۔ ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ آخری زمانے میں ایک اوتار کے ظہور کے متعلق جو وعدہ انہیں دیا گیا تھا، وہ خدا کی طرف سے تھا اور اس کو ہندوستان کے مقدس نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود میں خدا تعالیٰ نے پورا کر دکھایا ہے۔'' (ریویو آف ریلیجنز: ۱۱/۳، ص: ۴۰۹ تا ۴۱۱، منقول از رسالہ تبدیلی عقائد مولوی محمد علی صاحب: ۶۳، مولفہ محمد اسماعیل قادیانی)

مولوی محمد علی صاحب لاہوری اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خداوند تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کامل کے لیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگیں ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کاملہ سے نور حاصل کرتے ہیں، ان کے لیے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔'' (ریویو آف ریلیجنز: ۱۸۶/۴، بحوالہ تبدیلی عقائد، مولوی محمد علی صاحب از محمد اسماعیل قادیانی: ۲۲، مطبوعہ احمدیہ کتاب

گھر قادیان)

۱۹۱۳ء میں جماعت احمدیہ کو اندرونی خلفشار کا سامنا کرنا پڑا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے صاحبزادے مرزا بشیر الدین صاحب محمود اپنے حامیوں پر مشتمل ایک تنظیم ''انصار اللہ'' قائم کر چکے تھے۔ وہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری اور ان کے رفقا (جن کی اکثریت لاہور سے تعلق رکھتی تھی) کے خلاف تھے۔ اُس وقت قادیان کے اخبارات ''بدر'' اور ''الحکم'' مرزا بشیر الدین صاحب کے زیر اثر تھے۔ ان حالات میں مولوی محمد علی صاحب کے قریبی رفیق ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ نے (جو بعد کو انجمن اشاعت اسلام لاہور المعروف جماعت احمدیہ لاہور کے معتمد مالیات منتخب ہوئے) لاہور سے ہفت روزہ پیغامِ صلح جاری کیا۔ اس اخبار کی مالی اور اخلاقی مدد اُن تمام احمدیوں نے کی جو بعد کو جماعتِ احمدیہ لاہور میں شامل ہوئے۔ یہ شروع سے احمدیوں کے لاہوری فریق کا ترجمان رہا ہے۔ یہ اخبار لکھتا ہے:

''معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈال دیا ہے کہ اخبار ہذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا وھادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلاۃ والسلام کے مدراج عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے، حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔''

(پیغام صلح ۱۶/ اکتوبر ۱۹۱۳ء ص: ۲، بحوالہ ماہنامہ فرقان قادیان، جنوری ۱۹۴۲ء، ص: ۱۳، ۱۴)

اس حلفیہ بیان کے بعد لاہوری جماعت کے اصل عقائد سے ہر پردہ اٹھ جاتا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب لاہوری انگریزی ریویو آف ریلیجنز میں لکھتے ہیں:

"The Ahmadiyya movement stands in the same relation to Islam in which Christianity Stood to Judaism"

(واضح رہے کہ یہ ۱۹۰۶ء کی تحریر ہے اور ''مباحثۂ راولپنڈی'': ۲۴۰ و ''تبدیلی عقائد مولوی محمد علی صاحب مولفہ محمد اسماعیل قادیانی: ۱۲ سے نقل کی گئی ہے)

ترجمہ: احمدیہ تحریک اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا۔

یہ تحریر خود وضاحت کر رہی ہے کہ جس طرح عیسائیت اور یہودیت الگ الگ مذہبی اکائیاں ہیں، اسی طرح احمدیت اور اسلام بھی الگ الگ مذہبی اکائیاں ہیں۔ قارئین نوٹ کریں گے کہ مولوی محمد علی

صاحب لاہوری کی یہ تحریریں ۱۹۱۴ء سے قبل کی ہیں۔ ۱۳/ مارچ ۱۹۱۴ء کو مرزا صاحب کے خلیفہ اول حکیم نورالدین صاحب کے انتقال کے بعد احمدیوں کی اکثریت نے مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا بشیر الدین صاحب محمود کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ مولوی محمد علی صاحب نے مرزا بشیر الدین صاحب محمود کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور انہیں خلیفہ تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ یاد رہے کہ مولوی محمد علی کی مستقل رہائش قادیان میں تھی۔ مرزا محمود صاحب کے خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد مولوی صاحب کو سوقیانہ نعروں کا نشانہ بنایا جانے لگا اور انہیں مرزا محمود صاحب کی بیعت نہ کرنے پر کھلے عام فاسق کہا گیا۔ اس طرح مولوی صاحب کا قادیان میں رہنا مشکل ہوگیا۔ جب حالات بہت خراب ہوگئے تو وہ ۲۰/ اپریل ۱۹۱۴ء کو قادیان چھوڑ کر لاہور آگئے، جہاں انہوں نے اپنے رفقا کے اشتراک سے الگ جماعت قائم کی۔ یہ تھا اصل اختلاف جس کے نتیجے میں جماعتِ احمدیہ لاہور کا قیام عمل میں آیا۔ ایک صاحبِ دانش کی رائے کے مطابق اپنی علیحدگی کے جواز کی فراہمی، جماعتِ قادیان سے بغض اور مسلمانوں کی ہمدردیوں کا حصول، وہ محرکات تھے جن کے تحت مولوی محمد علی صاحب لاہوری اور ان کی جماعت نے اپنے سابقہ عقائد اور تحریروں سے رجوع کا اعلان کیے بغیر یہ کہنا شروع کیا کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب کو نبی نہیں بلکہ مجدد مانتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی اور محمد علی صاحب لاہوری کی تحریروں پر اپنے معروضات پیش کرنے کے بعد جاوید غامدی سے درخواست ہے کہ وہ اپنے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے واضح اعلان کریں کہ ۷/ ستمبر ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم جس کے تحت احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، قرآن اور سنت کے مطابق ہے۔ یہ اعلان اُن کی حق پرستی کا مظہر ہوگا اور وہ ہدیۂ تبریک کے مستحق قرار پائیں گے۔

☆......☆......☆......☆

مسئلہ وحدۃ الوجود اور آلِ غیر مقلدیت

قسط: ۷

زبیر علی زئی:

۲: رب نواز دیوبندی نے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کا گول مول[۳۰۳] حوالہ[۳۰۴] اُن کے بیٹے کی کتاب ''مآثر صدیقی[۳۰۵]'' (حصہ چہارم ص ۳۹) سے پیش کیا ہے۔ حالانکہ نواب صاحب نے خود[۳۰۶] اپنے قلم سے اپنی خودنوشت کتاب میں لکھا ہے:

''اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ وحدت الوجود کا مسئلہ کتاب وسنت کے واضح اور صریح نصوص کی بنیاد پر بے شک وشبہ کفر بواح ہے۔ لیکن ہم متعین طور پر اس کے قائل اولیاء کرام کو خواہ وہ مغلوب تھے یا ماٗ ول، کافر نہیں کہہ سکتے وقس علی ھذا۔'' (ابقاء المنن: ۱۹۳، دوسرا نسخہ: ۲۵۸)

اس صریح[۳۰۷] حوالے کے مقابلے میں سید محمد علی حسن خان کا حوالہ[۳۰۸] شاذ[۳۰۹] یا منسوخ[۳۱۰] ہے، لہٰذا اصولِ حدیث کی رُو سے اس سے استدلال غلط[۳۱۱] ہے۔

الجواب:

۳۰۳

غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ ہم اہل حدیث لوگوں کے سامنے قرآن وحدیث کی واضح تعلیمات پیش کرتے ہیں مگر علی زئی صاحب گواہی دے رہے ہیں ان کے غیر مقلد نے عقیدہ کے مسئلہ میں گول مول بات لکھی ہے۔

یہاں علی زئی صاحب تشریح کر دیتے کہ وہ بات ''گول مول'' کیسے ہے؟ اس تشریح کے پیش نظر ہم علی زئی صاحب کا نقل کردہ حوالہ دیکھتے کہ وہ گول مول ہے یا نہیں؟

۳۰۴

نواب صدیق حسن اور وحدۃ الوجود: وہ حوالہ یہ ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''مذہب وحدۃ الوجود اور مذہب وحدۃ الشہود دونوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو جس طرح ایک جانب

بہت دلائل ہیں اسی طرح دوسری طرف بھی بہت دلیلیں ہیں، ہم پر اعتقاداً لازم ہے کہ ہم کسی جانب بھی ضلالت اور گمراہی کا خیال دل میں نہ لائیں، کیونکہ اس میں بہت سے علماء کرام اور مشائخ عظام کی تضلیل وتکفیر لازم آتی ہے۔'' [مآثرِ صدیقی حصہ چہارم صفحہ ۳۹]

نواب صاحب مزید لکھتے ہیں:

''مسئلہ وحدت وجود وشہود جس سے مراد ہستی حق اور نیستی خلق ہے اور یہی اعتقاد اس مسئلہ کا روح الروح ہے اگر مخلوقات کی نیستی کو زمانہ حال واستقبال میں پیش نظر رکھا جائے تو یہ امر شرع کے اصل مقصد کے منافی نہیں ہے البتہ جو اختلافات اقوال واحوال اس کے شرح وبسط میں پیدا ہو گئے ہیں کچھ شک نہیں کہ وہ شریعت سے کسی قدر بُعد رکھتے ہیں اور ایک عالم کی گمراہی کا سبب بن گئے ہیں اگر یہ خدشہ مانع نہ ہوتا تو میں اس مسئلہ وحدت وجود کو متکلمین کے ہفوات چھوڑ کر محدثین کے اقوال واشارات اور دلائل عقلی ونقلی سے اس طرح ثابت کرتا کہ علماء ظاہری میں سے بھی کسی کو اس سے انکار نہ ہوتا اور وہ اس کے خلاف میں لب کشائی نہ کر سکتا مگر کیا کیا جائے مصیبت تو یہ ہے کہ جو ارباب رسوم ہیں وہ الفاظ ومعانی سے بیگانہ رہتے ہیں اور جو ارباب علم ہیں ان کو تفنن عبارات کی طرف توجہ رہتی ہے نہ معانی کی طرف ورنہ اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو اس میں کوئی مابہ النزاع بات نہیں ہے۔'' [مآثرِ صدیقی حصہ چہارم صفحہ ۴۰]

نواب صاحب کی عبارت میں تین باتیں قابلِ غور ہیں:

۱)......وحدۃ الوجود شرع کے اصل مقصد کے منافی نہیں۔۲)......وحدۃ الوجود پر نقلی وعقلی دلائل اور محدثین کے اقوال اس قدر پیش کیے جاسکتے ہیں جس کے بعد کسی کے لیے وحدۃ الوجود کے خلاف اعتراض کی گنجائش نہ ہو۔۳)......اس میں کوئی مابہ النزاع بات نہیں ہے۔

۳۰۵

''مآثرِ صدیقی''، نواب صدیق حسن خاں کے حالات پر مشتمل کتاب ہے جسے ان کے بیٹے علی حسن خان صاحب نے ترتیب دیا ہے۔اس کے چار حصے ایک ہی جلد میں ہیں۔

۳۰۶

علی زئی صاحب کی عبارت ''حالانکہ نواب صاحب نے خود اپنے قلم'' سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ابقاء المنن کا حوالہ تو نواب صاحب کا اپنے قلم سے لکھا ہوا ہے اور مآثرِ صدیقی کا حوالہ نواب صاحب کا خود نوشت نہیں۔جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مآثرِ صدیقی میں بھی نواب صاحب ہی کی کتاب سے حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ یعنی وہ وحدۃ الوجود کی تائید والا حوالہ بھی نواب صاحب کا اپنا خود نوشت ہی ہے۔

مآثر کا جو اقتباس ہم نے ذکر کیا تھا وہ اُس طویل عبارت کا حصہ ہے جس کے شروع میں علی حسن صاحب نے لکھا۔

''والا جاہ لکھتے ہیں...'' [صفحہ ۳۸] والا جاہ سے مراد نواب صاحب ہیں۔ یعنی علی حسن صاحب نے نواب کی عبارت نقل کی ہے۔

۳۰۷ مآثرِ صدیقی والا حوالہ بھی تو صریح ہے کہ اس میں وحدت الوجود کے موافق ومخالف دونوں فریق کو بادلیل کہا ہے۔

اور جس حوالہ کو علی زئی صاحب صریح کہہ کر ناز کر رہے ہیں اس میں وحدۃ الوجود والوں کو ''اولیائے کرام'' کہا گیا ہے اور انہیں کافر کہنے سے گریز کیا ہے۔

۳۰۸

کوئی یہ تاثر نہ لے کہ وحدۃ الوجود کے بادلیل ہونے کو علی حسن از خود اپنی طرف سے نواب صاحب کی طرف منسوب کر رہے ہیں بلکہ انہوں نے نواب صاحب کا اپنا لکھا ہوا نقل کیا ہے۔ دیکھئے حاشیہ: ۳۰۶۔

۳۰۹

شاذ کی تعریف غیر مقلدین کی کتابوں میں یوں لکھی ہے: ''ثقہ راوی اوثق کی مخالفت کرے۔''

مگر یہاں ثقہ اور اوثق کا تقابل نہیں ہے بلکہ دونوں عبارتیں نواب صاحب کی اپنی ہی کتابوں کی ہیں۔ دیکھئے حاشیہ: ۳۰۶۔

۳۱۰

منسوخ کہنے کے لیے دو باتوں کی وضاحت ضروری تھی:

۱)...... پہلے دونوں عبارتوں کو متضاد ثابت کرتے اور پھر کسی ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ کہتے۔ بتایا جائے کہ یہاں دونوں عبارتوں میں کون سا جوہری فرق یا تضاد ہے؟ مآثر کی عبارت میں وحدۃ الوجود کے موافق ومخالف دونوں فریق کو دلائل والا کہا ہے اور ابقاء میں وحدۃ الوجود کو کفر کہنے کے ساتھ وحدۃ الوجود کے قائل احباب کو اولیاء کرام بھی مانا ہے۔

دونوں کتابوں میں وحدۃ الوجود کے قائلین کو اولیاء کرام قرار دے کر انہیں کافر کہنے سے انکار کیا ہے۔

۲)......کسی بات کو منسوخ قرار دینے کے لیے اسے مؤخر ثابت کرنا ضروری ہوتا ہے مگر علی زئی صاحب نے جس بات کو منسوخ کہا ہے اس کا مؤخر ہونا ثابت نہیں کیا۔

غیر مقلدین ایک اور بات بھی کہا کرتے ہیں کہ منسوخ بات کی تاریخ بتائی جائے کہ کب منسوخ ہوئی ہے؟ لہٰذا دوسروں سے تاریخ کے تعین کا مطالبہ کرنے والے خود بھی نسخ کی تاریخ یہاں متعین کریں۔

ناسخ و منسوخ بحث کی یہاں ضرورت نہیں تھی۔ اگر یہ بحث ضرور کرنی ہی ہے تو اِبقاء المنن والے حوالے کو منسوخ کہا جائے جس پر درج ذیل قرائن ہیں۔

(۱)......غیر مقلدین کو اصرار ہے کہ وحدۃ الوجود صوفیاء کا عقیدہ ہے۔

پروفیسر عبداللہ بہاول پوری غیر مقلد نے کہا:

''وحدت الوجود کا عقیدہ صوفیوں کا بنیادی عقیدہ ہے۔[خطبات بہاول پوری ۱/۳۲۷]

عطاء اللہ ڈیروی صاحب غیر مقلد نے لکھا:

''وحدت الوجود ہر صوفی کا عقیدہ ہے۔''[عقیدہ صوفیت:۹۲]

علی زئی صاحب نے فتح الباری کی عبارت نقل کر کے لکھا:

''معلوم ہوا کہ ابن حجر کے نزدیک وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھنے والے بے حد غالی صوفی ہیں۔''
[علمی مقالات:۲/۴۶۲]

ڈاکٹر محمد سلیم صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''یہ عقائد وحدت الوجود...دینِ طریقت یا تصوف کی جان ہیں۔''
[تبلیغی جماعت کی علمی و عملی کمزوریاں:۷۵]

اتنا پڑھ لینے کے بعد اگلی بات پڑھیے کہ نواب صاحب بھی صوفی ہیں۔ ان کے حالات میں ان کے بارے میں لکھا ہے۔

''اصحابِ طریقت و سلوک وارشاد کی صحبتوں میں رہ کر وہ اقتباس انوار باطن اور اکتساب علوم ظاہر وفنون ادبیہ کی تکمیل کرتے رہے''[مآثرِ صدیقی حصہ دوم صفحہ۱۳]

آگے لکھا ہے:

''خانقاہ میرزا مظہر جانجاناں شہید قدس سرہ میں مشائخ عصر شاہ احمد سعید صاحب اور شاہ عبدالغنی صاحب کی بزم خلت وصفا میں شریک ہو کر لذّاتِ روحانی سے متمتع ہوتے رہے۔[مآثرِ صدیقی:۲/۱۵]

امام خان نوشہروی غیر مقلد نے نواب صاحب کے حالات میں تصوف کے موضوع پر لکھی گئی ان کی متعدد کتابوں کے نام درج کیے ہیں۔[تراجم علمائے حدیث ہند:۳۱۰]

محمد اسحاق بھٹی صاحب غیر مقلد، نواب صاحب کی کتابوں کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سترہ کتابیں تصوف کے موضوع پر ہیں۔'' [دبستان حدیث:۲۲۴]

خود نواب صاحب لکھتے ہیں:

''میرے کتب خانہ میں کتب تفسیر و حدیث کے بعد سب سے زیادہ کتب علمِ تصوف اور طبقاتِ اولیاء کی ہیں۔مثلاً رسالہ قشیری مع شرح، احیاء العلوم عربی وار دو مع ملخص احیاء، عوارف، تعرف، طبقات کبریٰ للشعرانی رحمۃ اللہ علیہ، اخبار الاخبار، مدارج السالکین اور قطر الولی وغیرہ۔ میں نے ان کتابوں سے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا ہے بلکہ اس باب [تصوف (ناقل)] میں میری اپنی تالیفات بھی موجود ہیں مثلاً ریاض المرتاض، مکارم اخلاق ترجمہ ریاض الصالحین، خیرۃ الخیرۃ وغیرہ۔'' [ابقاء المنن:۲۰۰]

(۲)......نواب صاحب لکھتے ہیں:

''مسئلہ وحدۃ الوجود کا دار و مدار حضراتِ صوفیہ کے کشف وشہود پر ہے اور علماء اور صوفیہ نے اس کے متعلق بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے ہیں، مثلاً طبقہ قادریہ میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی...وغیرہ اکابر گزرے ہیں۔'' [مآثرِ صدیقی حصہ چہارم:۳۸]

نواب صاحب نے یوں بھی لکھا:

''محدثین وظاہریہ صوفیائے کرام سب میں حق متحقق ہے بلکہ یہ لوگ افضل اہل حق ہیں۔''

[مآثرِ صدیقی:۳/۴]

نواب صاحب نے صوفیاء کو وحدۃ الوجود کا قائل مانا اور اس کے ساتھ صوفیاء کو اکابر، اہل حق بلکہ اہل حق میں سے بھی افضل تسلیم کیا ہے۔اس کے ساتھ یہ کہ نواب صاحب نے صوفیاء کو ''تارکِ تقلید'' بھی کہا ہے چنانچہ انہوں نے لکھا۔

''انك لا تجد عالما صوفيا و سالكا فاضلا الا وهو يتقيد بالكتاب والسنة ولا يقلد احدا من الائمة۔ بے شک تو کسی صوفی عالم اور سالک فاضل کو نہیں پائے گا جو کتاب وسنت کا پابند نہ ہو اور وہ ائمہ میں سے کسی کا مقلد نہیں ہوگا۔[التاج المکلل:۳۲۷]

(۳)......نواب صاحب وحدۃ الوجود والوں کا دفاع کرتے ہیں۔

نواب صاحب نے لکھا:

''وحدت وجود کے اثبات یا ابطال میں لب کشائی نہ کرنی چاہیے اگر خود ذی فہم ہے تو اپنی فہم پر قناعت کرے اور اگر وہ نہیں سمجھتا تو ان کے اقوال کو ان کے قائلین پر چھوڑ دے۔'' [مآثرِ صدیقی:۳۹/۴]

(۴)......وحدۃ الوجود کے بڑے مبلغ ابنِ عربی [تبلیغی جماعت، عقائد وافکار:۲۷] سے نواب صاحب کو

بڑی گہری عقیدت ہے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

نواب صاحب ابنِ عربی کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔[فتاویٰ ثنائیہ ۱/۳۳۴]

نواب صاحب نے ابنِ عربی کو صاحبِ کرامت ولی مانا ہے۔[التاج المکلل:۱۷۶]

نواب صاحب نے وحشرنا فی زمرة أحبابه کہہ کر ابن عربی کے گروہ میں اُٹھنے کی دعا مانگی اور اس دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ دیا ہے۔[التاج المکلل:۱۸۰]

نواب صاحب نے ابن عربی کا دفاع کیا ہے۔[التاج المکلل:۱۲۴]

نواب صاحب نے ابنِ عربی کے اقوال سے استدلال کیا ہے۔

[کتاب التعویذات:۱۶۴،۱۶۶،۱۸۲،التاج المکلل:۹۰]

نواب صاحب نے ابنِ عربی کے حالات میں ان کی قبر سے تبرک حاصل کرنا نقل کیا ہے۔

[التاج المکلل:۱۲۴]

نواب صاحب نے لکھا ہے کہ تمام محققین نے ابنِ عربی کی جلالتِ شان پر اجماع کیا ہے۔

[التاج المکلل:۱۲۳]

نواب صاحب نے نقل کیا ہے کہ ابن عربی کی دعائیں آسمانوں کو چیر دیتی تھیں اور ان کی برکات نے پھیل کر جہان کو پُر کر دیا تھا۔[التاج المکلل:۱۲۳]

(۵)......حسین بن منصور الحلاج نے وحدة الوجود کے عقیدہ کو اعلانیہ پیش کیا ہے۔[علمی مقالات ۲/۴۶۷]

نواب صاحب نے حلاج کو ''عالمِ ربانی....اور...ولی اللہ'' تسلیم کیا ہے۔[التاج المکلل:۲۷۷]

(۶)......وحدة الوجود کا عقیدہ رکھنے والوں میں ایک شخص ابن الفارض ہیں۔[علمی مقالات ۲/۴۶۱]

نواب صاحب نے ابن الفارض کو کثیر خوبیوں کا مالک، صاحبِ کرامات بزرگ قرار دیا ہے اور یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر کلام کا دروازہ کھولتے اور ایک ایسا منفرد قصیدہ وجود میں آتا جو بے نظیر اور بے مثال ہوتا۔[التاج المکلل:۲۲۲]

(۷)......عطاء اللہ ڈیروی صاحب غیر مقلد نے لکھا جو وحدة الوجود کے قائلین کو ولی کہتا ہے وہ انہی کا ہم عقیدہ ہے۔[عقیدہ صوفیت ۱۹۰]

نواب صاحب ابنِ عربی، ابن الفارض اور حلاج وغیرہ وحدة الوجود کے قائلین کو ولی اللہ، صاحبِ کرامت بزرگ مانتے ہیں تو ڈیروی صاحب کے اصول کے مطابق وہ بھی انہی کے ہم عقیدہ ہوئے۔

تنبیہ: التاج المکلل کتاب میں نواب صاحب نے وحدة الوجود کے قائلین کو جی بھر کے خراجِ عقیدت پیش

کیا ہے۔اس کتاب کا مقام ومرتبہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔
محمد اسحاق بھٹی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:
’’التاج المکلل اور ریاض الجنۃ فی تراجم اہل السنۃ خزینہ علم کی حیثیت رکھتی ہیں۔‘‘[دبستان:۲۷۱]
خود نواب صاحب نے لکھا:
’’میری تالیفات میں سے جو کتابیں علم الھدیٰ کا درجہ رکھتی ہیں...تاج المکلل‘‘
[تراجم علمائے حدیث ہند:۲۸۸]
تنبیہ: ہم نے اختصار کے پیشِ نظر یہاں التاج المکلل وغیرہ کتب کی عبارتیں نقل نہیں کیں۔عبارتیں اصل کتابوں میں دیکھیں، جسے اصل کتابیں نہ مل سکیں وہ ہماری کتاب ’’مسئلہ وحدۃ الوجود اور آلِ غیر مقلدیت‘‘ کا مطالعہ کرے اس میں ہم نے لفظ بہ لفظ عبارتیں نقل کر دی ہیں۔
اب علی زئی صاحب کی زبانی کچھ سنیں!
(۸)......علی زئی صاحب لکھتے ہیں:
’’اہلِ وحدت مطلقہ سے مراد صوفی حضرات ہیں جو وحدت الوجود اور حلولیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔‘‘[توضیح الاحکام:۱/۱۶۳]
یعنی وحدت مطلقہ کا قائل ان کے نزدیک وحدۃ الوجودی ہے۔جب کہ نواب صاحب اہل حدیث کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
’’یہی لوگ وحدت مطلقہ والے ہیں۔‘‘[التاج المکلل:۵۸ترجمہ ابن حزم]
(۹)......علی زئی صاحب لکھتے ہیں:
’’المرء مع من أحب کی رو سے اس کا اور علمائے دیوبند کا ایک ہی حکم ہے۔‘‘[
بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم:۱۳]
مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس کسی سے محبت رکھتا ہے اس محبّ اور اس کے محبوب کا ایک ہی حکم ہے۔
اس اصول کے پیشِ نظر ہم کہتے ہیں کہ نواب صاحب کو ابنِ عربی، ابن الفارض اور حلاج وغیرہ وحدۃ الوجود کے قائلین حضرات سے نہ صرف محبت ہے بلکہ کمال درجہ کی عقیدت ہے جیسا کہ اوپر باحوالہ مذکور ہوا۔لہٰذا علی زئی اصول کے مطابق یہ بھی انہی کی طرح ان کے ہم عقیدہ/وحدۃ الوجودی ہوئے۔
(۱۰)......علی زئی صاحب لکھتے ہیں:
’’جب تک وہ اپنے اکابر سے صحیح براءت نہ کریں اس وقت تک ان کا وہی حکم ہے جو ان کے اکابر کا

ہے۔'' [بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم:۳۲]

ہم ان کا یہ اصول انہی کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نواب صاحب نے ابن عربی، ابن الفارض اور حلاج وغیرہ وحدۃ الوجود کے قائلین حضرات سے عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے، ان کی بزرگی کے گیت گائے ہیں اور احسن انداز میں ان کا ذکرِ خیر کیا وغیرہ۔ لہٰذا جب تک نواب صاحب کی ان سے صحیح براءت غیر مقلدین ثابت نہیں کرتے تب تک ان کا وہی حکم ہے یعنی وہ بھی انہی کی طرح وحدۃ الوجودی ہیں۔

علی زئی صاحب کے اصولوں کے مطابق بھی نواب صاحب وحدۃ الوجودی ثابت ہوتے ہیں اور علی زئی صاحب کی یہ عبارت بھی ذہن میں رہے کہ:

''اپنے ہی اصول خود توڑ کر پاش پاش کر دینا مذہبی خودکشی کی بدترین مثال ہے۔''

[توضیح الاحکام:۲۵۶/۳]

۳۱۱

(الف)......''استدلال غلط ہے'' والی بات علی زئی صاحب تب کہہ سکتے تھے جب اسے شاذ ومنسوخ ثابت کر دیتے مگر وہ ایسا نہیں کر سکے جیسا کہ اوپر حاشیہ:۳۱۰ میں ہم عرض کر آئے ہیں۔ بلکہ نواب صاحب تو علی زئی صاحب کے تراشیدہ اصولوں کے مطابق بھی وحدۃ الوجودی ثابت ہوتے ہیں دیکھئے حاشیہ:۳۱۰۔

(ب)......علی زئی صاحب ''ابقاء المنن'' کی عبارت کو مدار بنا کر مآثر صدیقی کی عبارت کو منسوخ کہہ رہے ہیں جس سے تاثر ملتا ہے کہ ابقاء المنن متاخر کتاب ہے اور وہ ناسخ کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا ابقاء المنن میں جتنی باتیں ہیں علی زئی جماعت انہیں ناسخ مان لے۔ مثلاً ابقاء المنن میں نواب صاحب نے لکھا ہے:

(۱)......''میرا یہ سارا کفر وضلالت موت سے قبل، حسن خاتمہ کے باعث ان شاء اللہ ختم ہو جائے گا۔'' [۲۲]

(۲)......''جب کسی انسان کو کشف ویقین سے معلوم ہو جائے کہ...'' [۲۳]

(۳)......''مولانا [فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی (ناقل)] صاحب کی شخصیت قناعت اور زہد وتقویٰ کے اعتبار سے یادگارِ روزگار ہے۔'' [۳۸]

(۴)......''مواعظ میں احیاء علوم الدین بہترین کتاب ہے۔'' [۵۱]

(۵)......''اختلاف تو بذات خود مذموم نہیں۔''[۵۶]

(۶)......''میں صرف اہلِ سنت کو فرقیہ ناجیہ سمجھتا ہوں۔''[۶۱]

(۷)......''ان [ائمہ کرام (ناقل)] کے جو مقلد کتاب وسنت کے دلائل کے واضح ہو جانے کے بعد بھی ان کی محض رائے کی تقلید پر جمے ہوئے ہیں، میں ان کو خاطی سمجھتا ہوں، گمراہ نہیں۔''[۶۲]

(۸)......''عوام میں ایمان تو عصرِ نبوت سے تقلیدی چلا آ رہا ہے۔''[۶۳]

(۹)......''یاد رہے محقق علماء نے اگر چہ ایسے انسان کے لیے اس کی جہالت کی وجہ سے تقلید کو جائز قرار دیا ہے....''[۶۴]

(۱۰)......''شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ظاہری مذہب سے وابستہ تھے جب کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی مشرب سے پیوستہ۔''[۶۵]

(۱۱)......''حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے...توحید و معرفت کے حقائق بیان فرمانا شروع کیے۔''

[۶۵]

(۱۱)......''صوفیہ بھی حق پر ہیں بلکہ یہ لوگ اہل حق میں سے سب سے افضل ہیں۔''[۶۷]

(۱۲)''تشہد کے صیغوں کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب زیادہ صحیح ہے۔''[۶۸]

(۱۳)''شیخ جیلانی حنبلی المذہب تھے۔''[۶۸]

(۱۴)''میں بیعت کے وجوب کا قائل نہیں ہوں، البتہ اسے مستحب ضرور جانتا ہوں۔''[۷۵]

(۱۵)''امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔''[۱۹۱]

(۱۶)''شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی...ایک حنبلی المذہب عالم تھے۔''[۱۹۳]

(۱۷)''احیاء العلوم اور فتوحاتِ مکیہ کو دیکھو کہ ان میں تقلید اختیار کرنے سے کس قدر تحذیر اور اتباع سنت اختیار کرنے پر کس قدر تحریض ہے۔''[۲۰۱]

(۱۸)''اکثر صوفیاء علم ظاہری میں ظاہری المشرب تھے جیسے ابن عربی وغیرہ۔''[۲۰۱]

تنبیہ : إبقاء المنن کی مذکورہ تمام عبارتوں سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں، البتہ علی زئی گروہ والے انہیں نواب صاحب کی طرف سے حرفِ آخر سمجھیں اور ان کے ناسخ ہونے کا اعلان کر دیں۔

(جاری۔۔۔۔)

☆......☆......☆......☆

فتنہ غامدی نمبر......مبصرین کی نظر میں

ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک......کا تبصرہ

مجلّہ صفدر مسلکی مسائل کے حوالے سے معروف مجلّہ ہے جو کہ علماء دیو بند میں مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ تعالی اور شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالی کی یاد میں ایک عرصے سے شائع ہوتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب ''فتنہ غامدی نمبر'' (جلد اول) مجلّہ صفدر کی خصوصی اشاعت ہے جو کہ معروف سکالر جاوید احمد غامدی (بانی المورد و ماہنامہ اشراق لاہور) اور ان کے حلقہ فکر کی دینی تعبیر اور تفردات کی تردید میں لکھے گئے تحقیقی وتنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔

یہ خصوصی اشاعت سات ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں خصوصی اشاعت کے مقصد، پس منظر اور طریقہ کار پر تفصیلی مضامین شامل ہیں۔......دوسرے باب میں غامدی صاحب کی دینی فکر کے حوالے سے علماء کرام کے تاثرات اور اس خصوصی نمبر کے لیے جید علماء کرام کے پیغامات بھی شامل ہیں جس میں حضرت مولانا سلیم اللہ صاحب، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ تعالی قابل ذکر ہیں۔ البتہ مولانا محمد نافع رحمہ اللہ تعالی کی تحریر غیر متعلقہ ہے۔......تیسرا باب ''قلمی وعلمی فتنے کے عنوان سے ہے، جس میں علماء کرام کی مسلکی وابستگی، تفردات کے نقصانات وغیرہ کے حوالے سے مضامین شامل ہیں۔ اس باب میں جناب خالد جامعی صاحب کا مضمون خاصے کی چیز ہے۔......چوتھے باب میں جاوید احمد غامدی کا تعارف وپس منظر کے عنوان سے پانچ مضامین شامل ہیں جس میں مفتی ابولبابہ صاحب کا مضمون بعض حوالوں سے کافی دلچسپ جب کہ زبان وبیان کے اعتبار سے کافی غیر سنجیدہ اور جارحانہ ہے جس کا آخر میں انہوں خود بھی اعتراف کیا ہے۔ ایک دوسری جگہ مفتی صاحب نے مولانا حمید الدین فراہی کو انگریز ایجنٹ ثابت کیا ہے، شاید فراہی صاحب کے بارے میں مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تعالی اور علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی تحریریں ان کی نظر سے نہیں گزریں۔...... پانچویں باب میں ''غامدی افکار کا تحقیقی محاسبہ کے عنوان سے پچیس مضامین شامل ہیں: ان میں کچھ مضامین خالص علمی اور تحقیقی ہیں جس میں غامدی صاحب کی صریح غلطیوں اور گمراہیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس باب میں مفتی تقی عثمانی

صاحب کا مضمون اسلام اور ریاست (جوابی بیانیہ) موجودہ پس منظر میں انتہائی اہم ہے۔ کیا بہتر ہوتا کہ غامدی صاحب کا مضمون بھی شامل اشاعت ہوتا تو قارئین بڑی آسانی سے غامدی صاحب کے موقف کو غلط ٹھہراتے (اگرچہ ایک اقتباس شامل ہے) اس کے علاوہ باقی مضامین انتہائی تحقیقی اور علمی ہیں۔...... باب ششم میں غامدی مذہب کا عمومی جائزہ'' بیان کیا گیا ہے۔...... جبکہ باب ہفتم غامدی صاحب کے حوالے سے ''فتاویٰ جات'' ہیں، مفتی حمید اللہ جان صاحب کا فتویٰ انکی غیرت ایمانی یا دینی جذبے کا مظہر ہے۔

فتاویٰ جات میں مطابقت پیدا کرنے کی کافی گنجائش ہے، مثلاً ایک فتوے کے نزدیک زندیق، دوسرے کے مطابق دائرہ اسلام سے خارج، تیسرے کے مطابق اہل سنت سے خارج ہے جبکہ آخری فتویٰ میں ملحد اور بے دین ثابت کیا گیا۔[1]

بیک ٹائٹل (استر) پر غامدی صاحب کی کتابوں سے لیے گئے اقتباسات ان کی دینی تعبیر کو جمہور سے منحرف ہونے میں کافی ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

بہر حال ۶۰۰ رصفحات پر مشتمل مسلکی جذبات سے معمور یہ ضخیم نمبر مولانا احسن خدامی، حمزہ احسانی، مولانا جمیل الرحمٰن عباسی سمیت تمام ٹیم کی محنتوں کا ثمرہ ہے یقیناً وہ اس تحقیقی اور علمی اشاعت پر ہم سب کی طرف سے شکریے اور تحسین کے مستحق ہیں۔

آخر میں ایک تجویز: کتاب پڑھتے وقت اکثر جگہوں پر تحریر کا لب و لہجہ انتہائی جارحانہ ہو جاتا ہے اگر غامدی صاحب کی فکر کے خلاف کوئی تحقیقی اور ٹھوس کتاب لکھی جائے جسکا لہجہ نرم انداز سلیس اور غیر جارحانہ ہو تو ممنون رہیں گے تا کہ جدید طبقے میں اس کو پھیلایا جائے اور اس فکر کی ہولنا کیوں سے نئی نسل کو آگاہ کیا جائے۔ ایسے موضوعات میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مولانا سمیع الحق مدظلہ اور مولانا ابوالحسن علی ندویؒ وغیرہ کے اسلوب اور انداز بیان سے کافی رہنمائی لی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے ظاہری و باطنی فتنوں سے امت کو محفوظ رکھے۔ آمین۔ ☆☆☆☆

---

[1] ''ملحد'' اُسے کہتے ہیں جو قرآن وسنت کی صحیح تعبیر چھوڑ کر تاویلات کا سہارا لے۔ اور ''زندیق'' اسے کہتے ہیں جو اپنے کفریہ نظریات پر اسلام کا لیبل لگائے۔ اکابر اہل سنت کی کتب میں یہ دونوں لفظ مترادف کے طور پر بھی استعمال ہوئے ہیں۔ ویسے بھی غامدی صاحب میں دونوں ہی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اِس لیے وہ ملحد بھی ہیں اور زندیق بھی۔ اور زندیق دائرہ اسلام سے خارج ہی ہوتا ہے۔ ملحد کا اِلحاد بھی اگر اصولِ دین تک جا پہنچے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور جو دائرہ اسلام سے خارج ہو وہ اہل سنت سے خارج تو ہوتا ہی ہے۔ بعض حضرات احتیاطاً یا تساہلاً تکفیر نہیں کرتے۔ اور زندیق وملحد کا ''بے دین'' ہونا تو اظہر من الشمس ہے۔ اس لیے کوئی تضاد نہیں۔ اور فتاویٰ جات میں تطبیق پیدا کرنا کوئی ضروری بھی نہیں۔ ہر مفتی قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دیتا ہے۔ رائے میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ [ادارہ]

انجم نیازی

اُم المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

ترے سرتاج کے ہونٹوں کی ہر اِک بات اچھی ہے
خُدا کے بعد سب ذاتوں سے اُس کی ذات اچھی ہے

ترے جیسی کہاں ہوگی کسی دلہن کی خُوشدامن
تری ڈولی، ترے دلہا، تری بارات اچھی ہے

کسے ملتی ہے منگنی کی سعادت آسمانوں پر
تجھے بخشی گئی جو نور کی سوغات اچھی ہے

ہر اِک لمحہ مقدس ہے تری عمرِ مقدس کا
ترا ہر ایک دن روشن، تری ہر رات اچھی ہے

درِ پُرنور کے آگے جھکایا تو نے سر اپنا
جہاں بھر کی جہانگیری سے تیری مات اچھی ہے

جنابِ آمنہؓ کے بعد ہر معیار سے انجم
زمانے بھر کی ماؤں سے اُمِ سادات اچھی ہے

☆☆☆☆